295

تاریخ
ریاست سوات

3825

مؤلفہ
اللہ بخش یوسفی

3825

ناشران: محمد علی ایجوکیشنل سوسائٹی کراچی ۵

Marfat.com

3825

Marfat.com

3825

تاریخ

ریاست سوات

مولف

اللہ بخش یوسفی

مصنف سلسلہ تاریخ آزاد پٹھان

(ناشران)

محمد علی ایجوکیشنل سوسائٹی

اقبال کالونی کراچی ۵

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

Marfat.com

جوہر پبلکیشنز نمبر ــــــــ پہلا ایڈیشن

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

87571

جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں

شوکت علی یوسفی نے عباسی لتھو آرٹ پریس فریر روڈ کراچی
سے چھپوا کر دفتر محمد علی ایجوکیشنل سوسائٹی اقبال کالونی
تین ہٹی کراچی نمبر ۵ سے شائع کی۔

87074

ایجنسی

عظیم پبلشنگ ہاؤس
۲۷ نیو مارکیٹ کابلی گیٹ
پشاور شہر

Marfat.com

3825

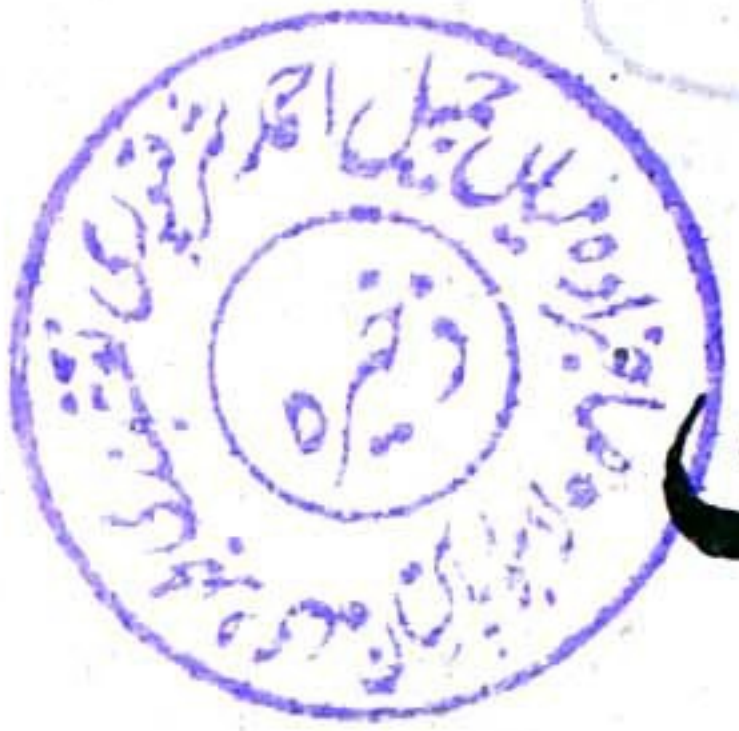

معنون

بنام

میجر جنرل عبدالحق جہانزیب خان

والئے ریاست سوات

پاکستان

Marfat.com

Marfat.com

میجر جنرل عبدالحق جہاں زیب خان

والیٔ ریاست سوات

Marfat.com

Marfat.com

مندرجات

Marfat.com

Marfat.com

مندرجات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ریاست سوات	۲۱
۱	نام	۲۴
۲	سکندر اعظم کی یلغار	۲۶
۳	سکندر اعظم سے قبل	۲۶
۴	سکندر اعظم کی یلغار	۲۷
۵	سکندر اعظم باجوڑ میں۔	۲۸
۶	اساکینوں سے پہلی جنگ۔	۲۹
۷	ماگا	۳۲
۸	ریاست "ادرا" "نورہ" اور "بازیرہ"۔	۳۳
۹	اساکینوں سے دوسری جنگ۔	۳۵
۱۰	عہد اشوک۔	۳۸
۱۱	بدھ مت کا عروج وزوال	۳۶
۱۲	بدھ مت کا ظہور	۳۶
۱۳		
۱۴	یوسف زئیوں کی ہجرت۔	۴۱
۱۵	بدھ مت کے آثار قدیمہ۔	۴۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۶	ہندو شاہیہ۔	۴۵
۱۷	عہد اسلامی کا ابتدائی دور	۴۷
۱۸	ابتدائی مسلم حملہ آور	۴۷
۱۹	یوسف زئیوں کی آمد	۴۷
۲۰	علاقہ سوات عہد مغلیہ میں۔	۴۹
۲۱	بابر کا اقدام	۴۹
۲۲	جنگ باجوڑ	۵۱
۲۳	میدانی علاقہ میں آمد	۵۲
۲۴	بی بی مبارکہ سے شادی۔	۵۳
۲۵	تحریک روشنائی	۵۵
۲۶	درانی۔ سکھ اور انگریز۔	۵۹
۲۷	ملا مستان کا ظہور	۶۰
۲۸	انگریز لشکر کا اقدام	۶۳
۲۹	بالائی سوات پر حملہ	۶۴
	سوات کا دور جدید	۶۷
۳۰	سوات کا دور جدید	۶۹
۳۱	حضرت اخوند صاحب	۶۹
۳۲	سوات کی پہلی حکومت سید اکبر شاہ کے بعد	۷۱ ۷۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۳	شجرہ اولاد اخوند	۷۶
۳۴	حضرت اخوند کے بعد	۷۷
۳۵	میانگل عبدالودود کی ابتدا	۷۷
۳۶	سوات پر نواب دیر کا حملہ	۷۹
۳۷	سید عبدالجبار شاہ کی حکومت	۸۰
۳۸	سوات کی دور جدید کا آغاز	۸۳
۳۹	ایک مشکل ترین دور	۸۵
۴۰	انگریز کی مداخلت	۸۶
۴۱	بونیر پر قبضہ	۸۷
۴۲	بجرین وغیرہ پر قبضہ	۸۸
۴۳	انگریز سے تعلقات	۸۸
۴۴	علاقہ کوہستان پر قبضہ	۹۳
۴۵	وادی کالام	۹۴
۴۶	تحریک پاکستان	۹۵
۴۷	محاذ کشمیر	۹۶
۴۸	حکومت سے دستبرداری	۹۷
۴۹	عہد جہانزیب خان	۱۰۰
۵۰	حدود اربعہ آبادی۔ پیداوار	۱۰۰/۱۰۱
۵۱	راستے۔	۱۰۱
۵۲	تعلیم و صحت ڈاک تار بجلی	۱۰۲
۵۳	جنگلات	۱۰۳
۵۴	صنعت۔ نظام	۱۰۵
۵۵	پولیس۔ فوج۔	۱۰۵
۵۶	باشندوں کی حالت	۱۰۶
۵۷	والئے سوات	۱۰۷
۵۸	ولیعہد وغیرہ	۱۰۷

Marfat.com

کتاب کی تصاویر

نمبر شمار	تصاویر	صفحہ
۱	میجر جنرل عبدالحق جہاں زیب خان والیٔ ریاست سوات	۵
۲	اللہ بخش یوسفی (مولف کتاب)	۱۵
۳	یونان کے فاتح سکندر اعظم	۲۱
۴	بدھ مت کے بانی۔ گوتم بدھ	۲۲
۵	مسجد پیر بابا کا ایک منظر لونیر	۳۹
۶	مقبرہ حضرت اخوند درویزہ (پشاور)	۳۹
۷	علاقہ کوہستان کے باشندے	۴۰
۸	دریائے سوات پر قبائلی طرز کا پل	۴۰
۹	مرد آہن میاں گل عبدالودود بانیٔ ریاست سوات	۷۳
۱۰	بانیٔ ریاست سوات کے خلف اصغر شہزادہ روم	۷۳
۱۱	سیدو شریف ریاست سوات کا دارالسلطنت۔	۷۴
۱۲	کپتن اورنگ زیب خان ولیعہد ریاست سوات	۹۱
۱۳	سیدو شریف کا ایک خوبصورت ہوٹل	۹۱
۱۴	وادی کالام کا ایک منظر	۹۲
۱۵	بحرین (سوات) کا ایک منظر۔	۹۲

Marfat.com

افتتاحیہ

Marfat.com

Marfat.com

اللہ بخش یوسفی

Marfat.com

Marfat.com

افتتاحیہ

سوات اپنے قدرتی مناظر۔ فراوانی آب۔ سرسبز پہاڑی اور میدانی علاقوں کی وجہ سے بلا شبہ پاکستان کا خوبصورت ترین حصہ شمار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس تمام دل کشی اور خوبصورتی کے باوجود تاریخ کے کسی دور میں بھی وہاں کسی دیرپا حکومت کے قیام کا پتہ نہیں چلتا اور یہ کچھ سوات پر ہی منحصر نہیں۔ پورے قبائلی علاقہ میں شاید روز آفرینش سے کوئی منظم حکومت قائم نہ ہو سکی تھی۔

سوات کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو اس خطہ ارضی کا ذکر قدیم ترین کتابوں میں مرقوم دکھائی دیتا ہے۔ اسے گلزار یا گلستان کے ہم معنی ناموں سے پکارا جاتا رہا۔ اور اس کی یہ خوبصورتی اور دلربائی ہی حقیقتاً بیرونی حملہ آوروں کو اس طرف رخ کرنے کی رغبت دلاتی رہی۔ اس کی دلکشی خود اس کے لئے وبال جان بنی۔ کبھی ایرانیوں نے اسے للکارا تو کبھی یونانیوں

Marfat.com

نے اس طرف یلغار کی۔ بدھ مت کو بھی یہی علاقہ مرغوب رہا تو ہاتما بدھ کی کئی روایات کو اس سرزمین سے وابستہ کر دیا گیا تھا۔

سوات میں جہاں تک کسی حکومت کے قیام کا تعلق ہے۔ اول بار اس کا ایک خاکہ عہد بدھ مت میں دکھائی دیتا ہے۔ اس وقت اس علاقہ میں سڑکوں کی داغ بیل ڈالی گئی تھی۔ نئی نئی آبادیاں بسائی گئی تھیں یا پھر اس کے بعد تھوڑے سے عرصہ کے لئے ہندو شاہیہ نے اس سرزمین پر ایسے وقت اپنا پرچم لہرایا کہ جس وقت قبیلہ یوسف زئی موجودہ علاقہ سے بہت دور افغانستان اور بلوچستان کے درمیانی علاقوں میں نظر آ رہا تھا۔ ہندو شاہیہ کا چراغ زیادہ دیر تک جل نہ سکا تو سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گل ہو جانا پڑا۔

سوات کی سرزمین ایسے ہی حالات سے ہمکنار ہوتی رہی۔ وقت گزرتا گیا۔ مغل درانی۔ سکھ اور انگریز ہر ایک نے اپنی طاقت آزما دیکھی لیکن ان میں کا کوئی ایک خاندان بھی اپنی حکومت قائم نہ کر سکا تا آنکہ حضرت اخوند صاحب (سوات) (بابائے سوات) کی اولاد سے حضرت میاں گل عبدالودود نے ۱۹۱۵ء میں ایک منظم حکومت کی بنیاد ڈالی جس نے دن دونی رات چوگنی ترقی کرتے ہوئے سوات جدید کے نام سے اپنے آپ کو دنیا سے روشناس کرایا اور ایسا اعلیٰ نظم و نسق قائم کیا کہ جس پر جس قدر بھی فخر و مسرت کا اظہار کیا جائے بے جا نہ ہوگا یہ اوراق اسی سوات جدید کے متعلق لکھے جا رہے ہیں۔

Marfat.com

ریاست سوات

Marfat.com

Marfat.com

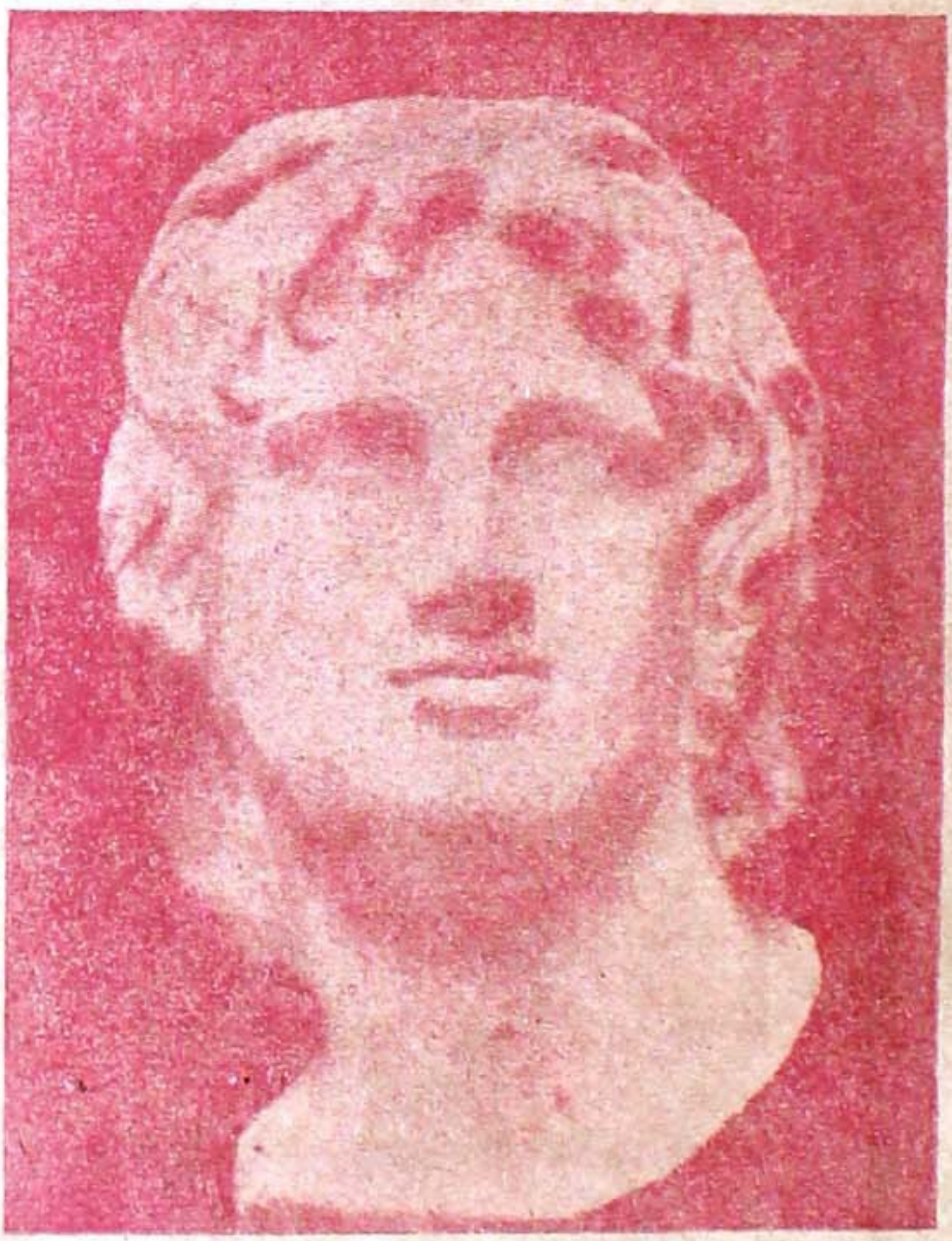

سکندر اعظم

Marfat.com

بدھ مت کے بانی گوتم بدھ

87074

Marfat.com

ریاست سوات

ریاست سوات اس قدیم علاقہ کا ایک حصہ ہے کہ جسے مورخین نے گندھارا کے نام سے پکارا تھا۔ جس کے اذکار سے ابتدائی دور کی تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ جس کی تاریخ خاص اہمیت رکھتی ہے۔ جسے کوئی مورخ نہ تو نظر انداز کر سکا اور نہ کر سکتا تھا۔ یونانیوں نے اسے گنداریا (GANDARIA) کے نام سے موسوم کیا۔ اور اس وقت کے محل وقوع کے لحاظ سے اس میں دریائے النگر سے دریائے سندھ اور کوہ سفید سے کوہاٹ کی پہاڑیوں تک کا علاقہ شامل تھا۔ یا یوں کہئے کہ ضلع پشاور۔ ضلع مردان۔ درہ کوہاٹ۔ علاقہ مہمند۔ باجوڑ سوات اور بونیر کو ملا کر گندھارا پکارا جاتا تھا۔

اس علاقہ کو قدیم سے ہی ایک مستقل صوبہ کی حیثیت حاصل رہی۔ خواہ وہ آزاد رہا یا محکوم۔ اور مختلف اوقات پر

Marfat.com

چارسدہ۔ پشاور۔ اور ہنڈ وغیرہ نے جو اس وقت ان ناموں سے موسوم یا مشہور نہ تھے۔ اس کے دارالسلطنت کے طور اپنے قدیم ناموں سے شہرت حاصل کی تھی۔

نام قدیم کتب میں سوات کا ذکر اودیانہ UDYANA کے نام سے دکھائی دیتا ہے۔ جو پراکرت (سنسکرت) میں اودیانہ لکھا جاتا رہا۔ جس کے معنے باغ۔ گلستان یا پارک نما جگہ کے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قدیم علاقہ کو زمانہ قدیم سے ہی اپنی خوبصورتی۔ دلکشی اور قدرتی مناظر کی وجہ سے اہمیت و شہرت حاصل رہی ہے۔ اور یہی شہرت مختلف اقوام کو اس طرف دیکھنے یا اقدام پر آمادہ کرنے کا باعث بنی۔

دور سکندر اعظم کے یونانی مورخین نے اپنی رسم کے مطابق اس علاقہ کا ذکر اس کے دریا کی نسبت سے کیا۔ جو اس وقت دریائے سوات اور اس عہد قدیم میں سواستو SAWASTU لکھا جاتا تھا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ لفظ سوتیا SWETA سے مشتق ہے جس کے معنے سفید یا شفاف پانی کے ہیں۔ مشہور چینی سیاح ہیون سانگ نے بھی سفید یا شفاف پانی کا ذکر کیا ہے۔ گیارویں صدی عیسوی میں مشہور مورخ البیرونی بھی شفاف پانی کا ذکر کرتا ہے اور آج بھی دریائے سوات کے صاف و شفاف چاندی کی طرح

Marfat.com

چمکتے ہوئے اس پانی کو دیکھا جائے تو کچھ عجیب سی مسرت ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس دریا کے قرب میں جب سپین اوبو (سفید پانی) نامی کوئی بستی بھی دکھائی دے رہی ہو تو پھر اس کے سوا ستو یا سوتیا لپکارے جانے پر کسی طرح تعجب نہیں ہوتا۔ اور یقین کیا جا سکتا ہے کہ اس علاقہ کو اس کے صاف و شفاف پانی سے بھرپور ندی نالوں ہی کی وجہ سے سواستو یا سوتیا پکارا گیا ہوگا۔ جو لعد میں چل کر سواد جیسا بابر کی تحریروں میں درج ہے اور پھر سوات بن گیا۔

Marfat.com

سکندر اعظم کی یلغار

سکندر اعظم سے قبل

سوات کی شہرت قدیم الایام سے سنی جاتی رہی ہے۔ حتیٰ کہ ہندوؤں کی قدیم مقدس کتاب رگ وید میں بھی اسے اودیانہ کے نام سے جگہ ملی۔ پھر جب واقعات و حالات کو ضبط تحریر میں لانا ضروری خیال کیا گیا۔ یا ان کے لکھنے کا آغاز یا رواج شروع ہوا۔ تو سوات سے متعلقہ اذکار نمایاں حیثیت میں تاریخ کے اوراق پر منقش ہونے لگے۔ ان نقوش کی باقاعدہ ابتداء یونانیوں نے کی اور انہی کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ زمانہ قبل از تدوین تاریخ میں سکندر اعظم سے بہت پہلے ہی ایرانی اور یونانی اس طرف کا رخ کر چکے تھے۔ چنانچہ جب سکندر نے اس علاقہ کو روند ڈالا۔ تو اس علاقہ میں نیسا کے باشندوں نے اپنے کسی اکل فیس (AKUL PHIS) نامی سردار یا حکمران کی زیر قیادت حاضر ہو کر

Marfat.com

سکندر اعظم کے سامنے یوں درخواست گزاری تھی کہ
اے شاہ۔ نیسا کے باشندے مودبانہ عرض گزار
ہیں کہ اس احترام کے پیش نظر کہ جو تو ان کے معبود
ڈائے نے سسس کے لئے (اپنے دل میں) رکھتا ہے۔
اس شہر کو صحیح و سلامت چھوڑ دے..... کیونکہ
بکوس نے..... اس شہر کو اپنے ان سپاہیوں کے
رہنے کے لئے کہ جو عمر یا حادثوں کی وجہ سے فوجی ملازمت
کے قابل نہ رہے تھے آباد کیا تھا..... وہ اس شہر
کو اپنی نرس (دایہ) کے نام کی نسبت سے نیسا
(نوسن) پکارتا تھا..... ساتھ ہی اس پہاڑی
کو بھی کہ جو ہمارے قریب ہے۔ اس نے مشتری
سے پیدائش کی وجہ سے میرون کے نام سے پکارا
تھا..... اور اس شہر کی بکوس کے ہاتھوں
بنیاد رکھنے کا بین ثبوت یہ ہے کہ سدا سرسبز دلائتی
بیل (۱۷۷) جو ہندوستان بھر میں کہیں دستیاب
نہیں ہوتی ہمارے علاقہ میں پھلتی پھولتی ہے۔
(انڈیکا۔ ایرین)

سکندر اعظم کی یلغار اس وقت کہ ایران پر دارا سوئم حکومت کر رہا تھا۔ سکندر اعظم نے اس طرف کا

Marfat.com

رخ کیا اور ایران۔ افغانستان سے ہوتے ہوئے ہندوستان کی راہ لی تھی۔ افغانستان سے روانگی کے وقت یونانی لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک حصہ لشکر نے درۂ خیبر کے راستہ پشاور کا رُخ کیا۔ جس کی راجدھانی اس وقت پیو کی لوتیس (PEUKELOOTIS) پکاری جاتی تھی جسے بعد میں چل کر محققین نے چارسدہ (ضلع پشاور) کے مقام پر آباد بتایا۔ دوسرے حصہ لشکر نے خود سکندر اعظم کی قیادت میں کنڑ کے راستہ سے اقدام جاری رکھا۔ یہ راستہ خیبر سے دور بجائے خود قدیم و مشہور راستہ شمار ہوتا تھا۔ اور زمانہ قدیم میں آمد و رفت زیادہ تر اسی راستہ سے ہوا کرتا تھا۔

سکندر اعظم باجوڑ میں

وادی کنڑ (افغانستان) سے نکل کر سکندر علاقہ باجوڑ (پاکستان) میں داخل ہوا۔ یہاں کے باشندے جو تاریخ میں اسپاسین ASPASIANS پکارے جاتے ہیں۔ مقابلہ کے لئے موجود تھے۔ ارلگائن[1] ARIGAION کے مقام پر شدت کی جنگ لڑی گئی۔ جو مورخین کے خیال میں سرزمین پاکستان پر سکندر کی اولین جنگ عظیم تھی۔ سکندر کے ساز و سامان۔ اس کے نظم و نسق۔ سامان کی

---

[1] ارلگائن کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ لواگئی کے قریب کوئی آبادی تھی۔ (گزٹ آف انڈیا)

Marfat.com

فراوانی۔ اور منظم لشکر کے سامنے مقامی باشندے ٹھہر نہ سکے تو انہوں نے آرگائن کو ہی نذر آتش کر دیا۔ سکندر کے افسر اطلاعات "ٹالمی" PTOLEMY کے بیان کے مطابق سکندر نے اس جگہ کے چالیس ہزار باشندوں کو قیدی بنایا اور دو لاکھ تیس ہزار بیل اپنے قبضہ میں کر لئے۔ جن میں کی چیدہ تعداد کو افزائش نسل کے لئے یونان بھیج دیا گیا تھا۔ ارگائن کے محل وقوع کے پیش نظر سکندر نے اسے دوبارہ تعمیر کرنے کی ہدایت کی اور اصل باشندوں کو جو واپس آنے پر رضامند تھے اور اپنے لشکر کے ان افراد کو جو مستقبل میں فوجی خدمات دینے کے قابل نہ تھے اس جگہ آباد کر دیا تھا۔

اساکینیوں سے پہلی جنگ

اس کے بعد سکندر اعظم کو سوات کی ایک اور مضبوط طاقت سے مقابلہ کرنا پڑا۔ چنانچہ ستمبر ۳۲۷ قبل مسیح میں دوبارہ دریائے پنجکوڑہ کو عبور کرتے ہوئے قبیلہ اساکین ASSAKEUIAN کے جا مقابل ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اس قبیلہ کا سردار بیس ہزار سوار اور تیس ہزار پیادہ لشکر لئے مقابلہ پر نظر آنے لگا۔ قلعہ مساگا MASSAGA کے سامنے میدان کارزار گرم ہوا۔ جو قدرتی اور انسانی تعمیر کردہ تحفظات کا بہترین نمونہ بیان کیا جاتا تھا۔ اس کے مشرق کی طرف دریائے سوات۔ جنوب اور مغرب کی

Marfat.com

کی طرف سنگلاخ چٹانیں اور گہری دلدلیں۔ اس کے ساتھ حملہ آوروں کو روکنے کے لئے ارد گرد اینٹ پتھر اور لکڑی کے کوئی چار میل کے رقبہ میں تحفظات بنے ہوئے تھے۔ طرفین نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ شدید جنگ لڑی گئی۔ کنٹر (افغانستان) کے بعد سکندر اعظم دوسری بار یہاں زخمی ہوا۔ شروع میں تو اس نے زخم کو کوئی اہمیت نہ دی۔ لیکن جب خون کی گرمی کم ہوئی اور درد نے بے قرار کیا۔ تو وہ چلا اٹھا کہ لوگ اسے مشتری کا بیٹا پکارتے تھے۔ لیکن اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس کی حیثیت ایک عام انسان کی سی تھی۔

اس مقابلہ میں اساکین قبیلہ کا سردار مارا گیا۔ قبیلہ میں بے چینی پیدا ہوئی۔ چنانچہ کیورلیس (CURTIUS) لکھتا ہے کہ

> ناامید ہو کر باشندے قلعہ بند ہو بیٹھے۔ جہاں ان کے لئے اطاعت کے سوا اور کوئی چارہ کار ہی نہ تھا۔ انہوں نے ایلچی بھیجکر صلح کی درخواست کی۔ اور جب وہ قبول کر لی گئی۔ تو ملکہ بڑی تعداد میں معززِ بیگمات کو ساتھ لئے خود حاضر ہوئی جو سنہری پیالوں میں شراب دان کرتی رہیں۔ ملکہ نے اپنے خوردسال بچے کو سکندر کے قدموں میں ڈال دیا اور نہ صرف معافی کی طلبگار ہوئی بلکہ اس نے یہ بھی درخواست

Marfat.com

کی کہ اس کے سابق اعزاز کو برقرار رہنے دیا جائے
کیونکہ وہ ملکہ کہلاتی تھی۔ اور بعض لوگوں کا خیال
ہے کہ سکندر نے یہ بخشش اس کے مصائب کو دیکھکر
نہ کی تھی۔ بلکہ اس کا محرک ملکہ کا حسن و جمال تھا۔
..... بعدازاں ملکہ کے ہاں ایک لڑکا بھی پیدا
ہوا جس کا نام سکندر رکھا گیا۔
اس قلعہ کے اساکینی لشکر میں سات ہزار ہندوستانی
سپاہی بھی بیان کئے جاتے ہیں۔ فتح کے بعد سکندر نے انہیں اس
شرط پر معاف کر دیا کہ وہ اس کے لشکر میں شامل ہو کر خدمات
سرانجام دیں۔ چنانچہ اس قلعہ سے کوئی نو میل دوران کے لئے
کمپ نصب ہوا۔ لیکن بعد میں چل کر سکندر نے ان پر حملہ کر دیا۔
تو وہ جان توڑ کر لڑے اور عزت کی موت کو غلامی کی ذلت
پر فوقیت دیتے ہوئے ایک ایک کر کے سب کٹ گئے۔ سکندر
کے اس کمپ پر حملہ کرنے کی وجوہات پر مورخین میں اختلاف
رہا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ سکندر جیسا بہادر حکمران کسی طرح
ایفائے عہد سے انحراف نہ کر سکتا تھا۔ بعض لکھنے والوں کی
رائے میں ہندستانی لشکر کسی بیرونی طاقت کا آلہ کار بن کر اپنے
وطن کو غلام بنانے کی حرکت کو پسند نہ کر سکا تو اس نے سکندر
کے خلاف سازش کی جس کا اسے پتہ چل گیا۔ تو قبل اس کے کہ اس

Marfat.com

کمپ سے کوئی حرکت ہوئی اس نے اچانک حملہ کر دیا تھا۔

مساگا کا محل وقوع بھی دوسرے مقامات کی طرح مورخین کے زیر بحث رہا ہے۔ بعض لکھنے والوں کا خیال ہے کہ یہ مقام نواگئی سے کچھ فاصلہ پر متکانئے کے مقام پر یا اس کے گرد و نواح میں آباد تھا۔ لیکن تاریخ ہند کے مصنفین[1] اسے منگلور کے مقام پر ظاہر کرتے ہیں۔ منگلور ریاست سوات کے دارالسلطنت سیدو شریف سے بحرین جاتے ہوئے سڑک کے دائیں کنارے کچھ ہٹ کر پہاڑیوں کے اندر اس وقت ایک گاؤں کی شکل میں آباد نظر آتا ہے۔ اس کے قریب مٹی کی ایک قدیم ڈھیری بھی ہے۔ جس کی کھدائی سے سکندر اعظم کے وقت کے سکے وغیرہ بھی ملے تھے۔ قدیم سیاحوں کی تحریروں اور گنبوں وغیرہ میں بھی منگلور کے اذکار ملتے ہیں۔ اور محل وقوع کے لحاظ سے ان تفصیلات کا متحمل ہے کہ جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔

ریاست اورا یا نورہ اور بازیرہ

مساگا سے چل کر سکندر اعظم کو اورا یا نورہ ORA OR NORA اور بازیرہ (BAZIRA) نامی دو چھوٹی چھوٹی ریاستوں سے نپٹنا تھا۔ یہ دونوں ریاستیں ایک دوسرے سے متصل اور باہمی امداد و اعانت پر بھروسہ رکھتی تھیں۔ ریاست بازیرہ کے باشندوں نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ لیکن جب وہ یونانیوں کی فوجی چالبازیوں

---

[1] تاریخ ہند جکسن سمتھ

Marfat.com

کا شکار ہوکر کمین گاہوں کو چھوڑ کھلے میدان میں آ مقابل ہوئی تو مد مقابل ثابت نہ ہوئی یونانی لشکر کے سامنے ٹھہرنا مشکل ہوگیا اور جب اوراسے متوقع امداد بھی بروقت مل نہ سکی تو بھاگ کھڑے ہوئے ادھر سکندر اسی دوران میں اوراپر حملہ آور ہوکر اس پر قابض ہوگیا مذکورہ ریاستوں کے باشندوں نے شکست کے باوجود اطاعت قبول نہ کی اور ملک کو ہی خیرباد کہتے ہوئے کوہ ارنوس (AORNOS) کی طرف چل دیئے۔

زمانہ قدیم کی ان آبادیوں اور بدلے ہوئے حالات کے بدلے ہوئے ناموں میں تطابق پیدا کرنے کے لئے اکثر مشکلات پیش آتی رہیں۔ چنانچہ اورا اور بازیرہ بھی جب زیر بحث آئے۔ تو ماہر آثار قدیمہ مسٹر کننگھم نے بازیرہ کو اس جگہ بتایا کہ جہاں اس وقت ضلع مردان کا موضع رستم آباد ہے۔ اور چونکہ یہ جگہ سوات اور دریائے سندھ کے درمیان واقع ہے۔ اس وجہ سے اس کی اہمیت سے انکار نہ کیا جا سکا۔ اور اگر مسٹر کننگھم کے اس خیال کو تسلیم کرلیا جائے تو پھر اورا کو اس جگہ آباد ہونا چاہیئے کہ جہاں ان دنوں ضلع مردان میں موضع بازار آباد ہے۔

دوسرا ماہر آثار قدیمہ مسٹر سیٹن۔ جو اکثر مواقع پر مقامات کے محل وقوع میں دوسروں سے اظہار اختلاف کرتا رہا ہے۔ اس میں بھی اپنی جدا رائے ظاہر کرتے ہوئے بازیرہ کو علاقہ سوات میں باری کوٹ کے مقام پر اور اورا کو باری کوٹ سے چند میل دور اودے گرام کی جگہ آباد بتایا گیا

ہمارا خیال ہے کہ جن دنوں مذکورہ ماہرین آثار قدیمہ مصروف تحقیقات وتلاش تھے۔ ان دنوں زیر بحث علاقہ میں گھومنے پھرنے اور تفتیش وتجسس کی وہ سہولتیں میسر نہ تھیں جو اس وقت حاصل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں کئی مواقع پر ظن وقیاس سے کام لینا پڑا۔ اور وہ ادرا۔ نورا اور بازیرہ کا صحیح محل وقوع بیان نہ کر سکے۔ مسٹر کننگھم تو پھر بھی اصل مقامات کے ارد گرد گھومتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن مسٹر سیٹن اس جگہ سے بہت دور نکل گئے کہ جس جگہ مذکورہ مقامات آباد بیان کئے جاتے ہیں۔

علاقہ زیر بحث پر نظر ڈالی جائے تو ادراہمیں اس وقت بھی علاقہ سدھم اور رزڑ کے درمیان آباد دکھائی دیتا ہے۔ اور اس کے قریب ہی نوگرام کی قدیم آبادی ہے جسے نورہ خیال کیا جاسکتا ہے۔ اور نوگرام کی قدامت اس سے بھی ظاہر ہے کہ اس کے قریب ہیں ایک وسیع حوض بھی موجود ہے اور رانی گٹ کے نام سے ان بلند پتھری ستونوں کو بھی دیکھا جاسکتا ہے جو بلند و بالا بہ طرز قدیم استادہ دکھائی دیتے ہیں۔ اور پھر ادرہ سے کوئی پندرہ میل دور موضع بازار بازیرہ کی بگڑی ہوئی شکل میں موجود ہے۔ اور اس مذکورہ فاصلہ کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ ادرا اور بازیرہ کی دو چھوٹی ریاستیں ایک دوسرے

Marfat.com

کے قرب میں تھیں اور اُن کے محل وقوع کے تعین میں مسٹر گننگھم اور مسٹر سٹین دونوں سے غلطی ہوئی تھی۔ اورا اور نورہ نام کی دو آبادیاں تھیں۔ البتہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ ان کی حکومت ریاست اورہ کہلاتی تھی یا ریاست نورہ۔

اساکینیوں سے دوسری جنگ

اس کے بعد سکندر اعظم نے کوہ ارنوس کی طرف اقدام کیا جسے عام طور کوہ مہابن خیال کیا جاتا ہے۔ وہاں سے پھر اسے سوات کا رخ کرنا پڑا۔ جہاں وہ ایک دفعہ قبیلہ اساکین سے جنگ لڑ چکا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس علاقہ کے لوگ آمادہ بہ اطاعت نہ ہوئے تھے اس وجہ سے دوبارہ اس طرف یلغار ہوئی۔ یہ مقابلہ دائرتا (DYRTA) کے مقام پر ہوا۔ سکندر اعظم کامیاب رہا۔ لیکن اس کے باوجود اس علاقہ کے باشندے اطاعت پر آمادہ نہ کئے جا سکے۔ وہ اپنے وطن کو ہی خیرباد کہہ کر دریائے سندھ کو عبور کرتے ہوئے دریائے جہلم اور چناب کے درمیانی علاقہ میں جو "ابھی سارا" ABHISARA کہلاتا تھا جا مقیم ہوئے۔

سکندر اعظم اس جنگ سے واپس لوٹ کر اوہنڈ (ہنڈ ضلع مردان) پہنچا۔ جہاں اس نے ٹکسلا کے حکمران امبھی (AMBHI یا OPHIS) کے سفیر یا ایلچی کو باریاب کیا اور پھر جنوری ۳۲۶ء قبل مسیح میں عازم ہندوستان ہوا۔

Marfat.com

بدھ مت کا عروج و زوال

بدھ مت کا ظہور

ہندوستان میں جنم لے کر چھٹی صدی قبل مسیح میں گوتم بدھ نے ایک جدید مذہب "بدھ مت" کی بنیاد ڈالی۔ اس وقت ہندو دھرم کی مکمل اجارہ داری برہمنوں کے ہاتھ میں تھی۔ انہی کو قوم و ملت کی زندگی یا موت کا بااختیار سمجھا جاتا تھا۔ ان کی زبان کا ہر لفظ قانون اور ان کی ہر حرکت فیصلہ کا حکم رکھتی تھی۔ اس اجارہ داری کا اندازہ اس سے لگایئے کہ انسانوں کے بہت بڑے حصہ کو انہوں نے حقوق انسانی سے محروم کر دیا۔ انہیں شودر اور ملچھ کا نام دے کر اپنی قوم سے جدا کر دکھایا۔ اور ان سے یہاں تک غیر انسانی سلوک ہوا کہ برہمن ان سے براہ راست بات بھی کرنا پسند نہ کرتا تھا۔ قاعدہ و قانون بنا دیا گیا۔ کہ بوقت ضرورت اگر کسی برہمن کو اس آبادی کے کسی رکن سے گفتگو کرنا ہی ضروری ہو تو وہ مخاطب کسی دوسرے شخص کو کرے اور اس طرح اپنی آواز شودر یا ملچھ کے کانوں تک پہنچا دے۔ اگر کسی وقت اتفاقیہ طور پر بھی وید کا

Marfat.com

کوئی اشلوک کسی شودر کو سنائی دے تو اس جرم میں سیسا پگلا کر اس کے کان میں ڈال دیا جائے۔ ان حالات میں جب بدھ مت کا ظہور ہوا۔ جس کی تعلیم صاف ستھری، عام فہم اور اپنے اندر توحید کا رنگ لئے ہوئے تھی تو عوام نے اس کی آواز پر لبیک کہا اور جلد ہی ہندوستان کی سرزمین پر اس جدید مذہب کا پھریرا لہرانے لگا تھا۔

سکندر اعظم کے گندھارا سے رخصت ہو جانے کے بعد دریائے سندھ کے مغرب کی طرف یونانیوں کی حکمرانی دکھائی دینے لگی تھی۔ دور دراز علاقوں کے چھوٹے موٹے سرداران قبائل اپنی آزادی کے قیام یا اس کے دوبارہ حصول کی کوشش میں منہمک رہے۔ اسی دوران میں جب ۳۲۳ سنہ قبل مسیح میں سکندر نے فرشتہ اجل کو لبیک کہا تو اس کے بعد ہی یونانی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہونا شروع ہوئی۔ ہر صاحب طاقت جرنیل یا گورنر نے اپنی انفرادی آزادی کا اعلان کیا۔ انہی حالات میں سکندر سے کوئی بیس سال بعد اس کے ایک قابل و بہادر جرنیل سلوکس کو دوبارہ اقتدار حاصل کرنے کی فکر ہوئی اس نے سندھ کے مشرق کے علاقہ کو جس پر اس وقت ہندوستان کے موریا خاندان کا مشہور حکمران چندر گپتا قبضہ کر چکا تھا دوبارہ اپنے تسلط میں لے لینا چاہا۔ چنانچہ وہ لشکر لئے روانہ ہوا۔ ادھر چندر گپتا بھی کیل کانٹے سے تیار تھا۔ بالآخر دونوں میں مفاہمت ہو گئی۔ چندر گپتا نے پانچصد ہاتھی بطور نذرانہ پیش کئے تو سلوکس نے نہ صرف یہ کہ دریائے سندھ کے مشرقی علاقہ پر اس کا تسلط برقرار

Marfat.com

رہنے دیا بلکہ گندھارا اور وادی کابل کے علاقے بھی اس کے زیر اقتدار کر دیئے۔ ساتھ ہی اس سے اپنی لڑکی کی شادی بھی کر دی۔[1]

چندر گپتا نے بدھ مت قبول کر لیا اور اپنے وقت کا مشہور ترین حکمراں ثابت ہوا۔ اس نے بدھ مت کی تبلیغ میں نمایاں حصہ لیا لیکن زیادہ تر توجہ ہندوستان کے دوسرے علاقوں کی طرف ہی رہی اور گندھارا کے علاقہ میں بدھ مت کی کسی خاص سرگرمی کا پتہ نہیں چلتا۔ چندر گپتا کے بعد اس کے بیٹے "بندوسرا" نے ۲۹۷ قبل مسیح سے ۲۷۲ قبل مسیح تک اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کامیاب طریقہ پر حکومت کی۔ اس کا بیشتر وقت بھی ہندوستان میں بدھ مت کی تبلیغ پر خرچ ہوا۔ لیکن سندھ پار گندھارا کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی گئی تھی۔

عہد اشوک اس کے بعد چندر گپتا کے پوتے اور تاریخ ہند کے مشہور ترین بدھ حکمران اشوک کی باری آئی۔ اس نے ۲۷۴ء قبل مسیح میں سریر آرائے سلطنت ہو کر اپنے آپ کو بدھ مت کے لئے وقف کر دیا۔[2] بدھ مت کو حقیقتاً اس کے عہد حکومت میں عروج حاصل ہوا۔ اس نے بدھ بھکشوؤں (علماء) کی کانفرنسیں طلب

---

[1] ادری انٹل بائیوگرافیکل ڈکشنری۔ از بیل۔

[2] اس کی تاج پوشی سریر آرائے سلطنت ہونے کے چار سال بعد ۲۷۰ء ق م میں ہوئی۔ (پشاور ڈسٹرکٹ گزیٹیر ۱۹۳۱ مقالہ ہارگریوز)

Marfat.com

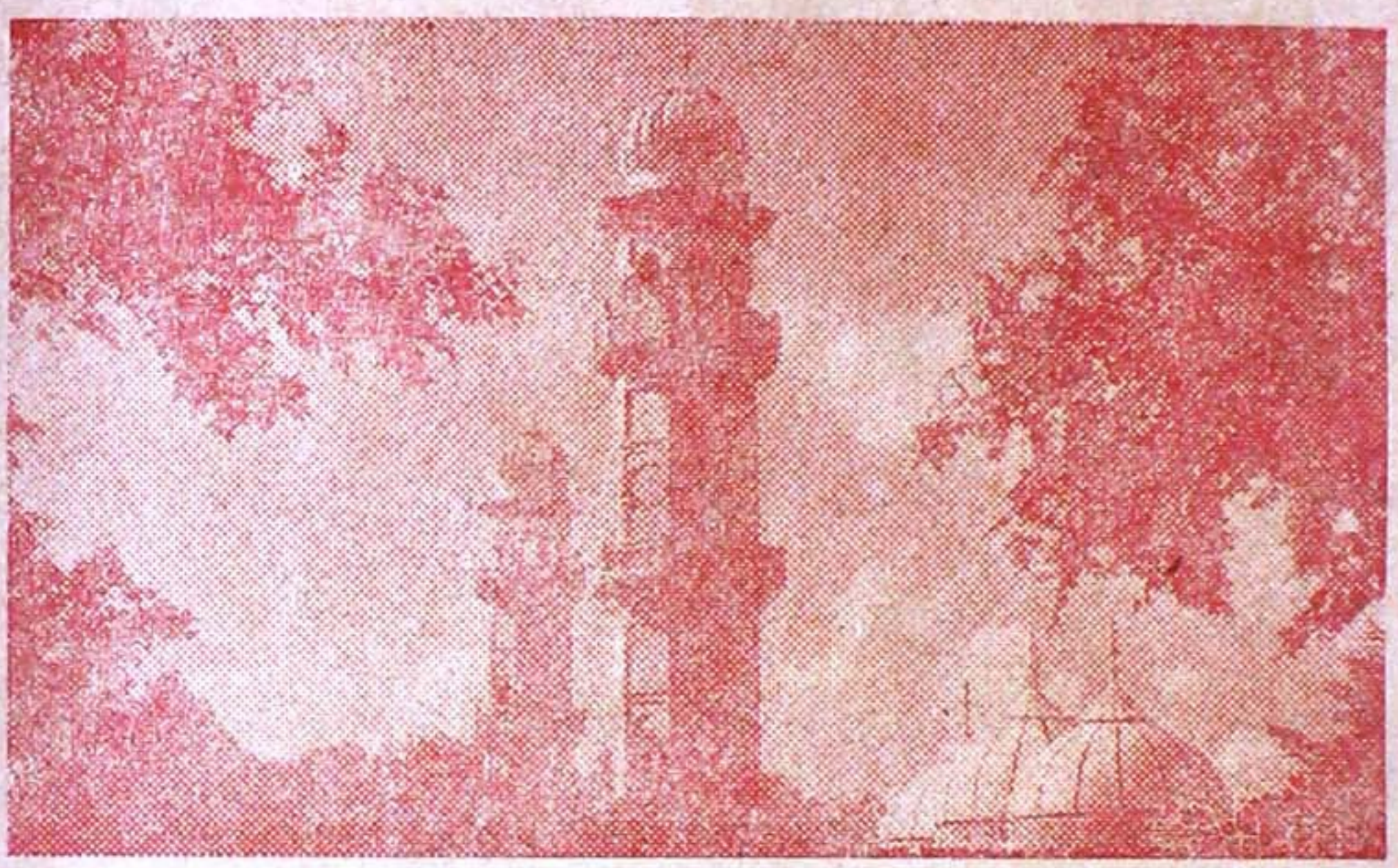

مسجد پیر بابا کا ایک منظر - بونیر

مقبرہ حضرت اخونددرویز - پشاور

Marfat.com

علاقہ کوہستان کے باشندے (سوات)

دریائے سوات پر قبائلی طرز کا پل

Marfat.com

کیں۔ مذہبی مسائل کی تشریح و توضیح کرائی گئی۔ مذہبی امور میں جو شکوک یا اختلافات رونما ہو رہے تھے انہیں ختم کر دینا چاہا۔ ملک کے دور دراز مقامات تک مبلغین روانہ کئے۔ یہی نہیں بلکہ بیرون ملک کو بھی بدھ مبلغین اسی دور حکومت میں بھیجے گئے تھے۔ اشوک ہی کے زمانے میں بدھ مت کو گندھارا پہنچنے کا موقع ملا۔ اور اسی عہد حکومت میں مشہور بدھ مبلغ مادھنتیکا (MADHYANTIKA) کو ۲۵۶ سنہ قبل مسیح میں گندھارا اور کشمیر کی طرف بھیجا گیا تھا تاکہ وہ ان علاقوں میں بسنے والوں کو بدھ مت کی تعلیمات سے روشناس کرائے۔ اس طرح گویا عہد اشوک میں بدھ مت نے گندھارا کے علاقہ میں قدم آجمائے تھے۔ اسی کے دور حکومت میں بدھ مت کو ہندوستان سے نکل کر افغانستان سیلون اور دوسرے دور دراز مقامات تک پہنچنے کا موقع ملا تھا۔ اشوک کے زمانہ میں ملک کے دور دراز علاقوں تک میں کتبے نصب کئے گئے جن میں علاقہ یوسف زئی کا کتبہ بمقام شاہباز گڑھ بہت ہی مشہور اور قابل ذکر ہے۔ ۲۳۷-۲۶ سنہ ق م میں ہندوستان اور گندھارا کا یہ مشہور حکمراں دنیا سے چل بسا۔

یوسف زئیوں کی ہجرت

اشوک کے بعد بدھ مت کا زوال شروع ہوا۔ ہندوؤں نے پھر سر اٹھایا۔ یونانی جو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ دوبارہ قیام حکومت کے لئے تگ و دو کرنے لگے۔ اس دوران میں وسط ایشیا

Marfat.com

کے قبائل نے اس طرف کا رُخ کیا تو قبیلہ ساکا اور کشن وغیرہ گندھارا میں دکھائی دینے لگے۔ اور قبیلہ کشن نے تو کنار گنگا تک جا ڈیرے لگائے تھے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یوسف زئے وسط ایشیا کے تاتاری قبائل کی اطاعت پر آمادہ نہ ہو سکے تو ان کی یلغار سے تنگ آکر انہوں نے ہجرت کی اور افغانستان و بلوچستان کے درمیانی علاقہ میں مقیم نظر آئے۔ جہاں سے کوئی ایک ہزار سال بعد وہ پھر ملک احمد خان کی قیادت میں موجودہ علاقہ کو واپس لوٹے تھے۔

بدھ مت کے آثار قدیمہ

علاقہ سوات کو عہد قدیم میں اس وقت نمایاں ترقی حاصل ہوئی کہ جس وقت بدھ کو عروج حاصل ہوا۔ چینی سیاح ہیون سانگ اس وقت اس علاقہ کا رقبہ پانچہزار (۵۰۰۰) لی ظاہر کرتا ہے۔ جو ہماری پیمائش سے اندازاً ۸۳۳ میل کے برابر ہوگا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت یہ علاقہ موجودہ سوات کے علاوہ دریائے سندھ کے مغرب کی طرف کی پہاڑیوں اور دارو کے علاقوں تک پھیلا ہوا تھا۔ دوسرے چینی سیاہ فاہین کے بیان کی روشنی میں کہ جس نے ۴۰۰ء میں اس ملک کی سیاحت کی تھی اس علاقہ میں بدھ کے پانچصد معبد پجاریوں سے بھرپور نظر آتے ہیں۔ اور پھر ۶۳۰ء میں ہیون سانگ نے بدھ کے دور زوال میں اس علاقہ کو دیکھا تو اس کی چودہ سو خانقاہیں جن میں اٹھارہ ہزار بھکشو رہا کرتے تھے ویران دکھائی دیتی ہیں بقول ہیون سانگ

Marfat.com

اس وقت اس علاقہ کے اکثر باشندے مستقلاً جادوگری یا طلسمات کو بطور پیشہ اختیار کر چکے تھے۔ اس سلسلہ میں کہا جاتا ہے کہ تبت میں مروجہ لاما مذہب کے بانی پدما سنبھاوا (Padma Sambhava) نے بھی اسی علاقہ میں جنم لیا تھا اور تبت کے علاقہ میں جادوگری کے جو کرشمے بیان کئے جاتے ہیں وہ اسی علاقہ کی جادوگری سے متعلق رہے ہوں گے۔

بدھ عہد کے جس قدر کتبے یا آثار قدیمہ اس علاقہ میں ملے یا مل سکتے ہیں اتنے شاید ہی کسی اور علاقہ میں مل سکیں۔ چونکہ اس علاقہ میں کوئی منظم حکومت موجود نہ تھی اس وجہ سے اس طرف کوئی توجہ نہ دی گئی۔ عہد انگلشیہ میں جب انگریز لشکر نے اس علاقہ کی طرف یلغار کی اور سرسری طور اس طرف نظر اٹھائی تو اس دوران کشمکش میں سینکڑوں نوادرات انگریز کے ہاتھ لگے جن میں سے کچھ تو ڈھونڈنے والے خود لے گئے اور کچھ پشاور اور لاہور کے عجائب گھروں کی زینت بنے۔ انہی قدیم نوادرات سے پتہ چلتا ہے کہ اس علاقہ میں سانپوں یا اژدھاؤں کی پرستش بھی ہوتی تھی۔ چنانچہ دریائے سوات کے منبہ کے قریب اس مشہور اژدھا کی جائے رہائش بیان کی جاتی ہے جو "اپالالہ" (APALALA) کے نام سے موسوم تھا اور جسے بدھ نے اپنا حلقہ بگوش بنالیا تھا۔ یہی وجہ ہے جو بدھ دور کی سنگتراشی میں اس سانپ کو خاص اہمیت سے پیش کیا جاتا رہا ہے۔ اور ایک کتبہ سے بھی کہ جو ۱۸۹۵ء میں ملا تھا۔ سانپوں کی پرستش کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ کتبہ خروشتھی زبان میں ہے۔ اور اس

Marfat.com

کی عبارت کا ماہرین نے یوں ترجمہ کیا:

دانی کے بیٹے تھیرا (بدھ بھکشو) لوزا کی ہدایت سے تمام ناگوں کی پرستش کے لئے تالاب بنانے کا فیصلہ ہوا سال ۳"

ماہرین نے اس ۱۱۳ سے ۶۵ سنہ قبل مسیح مراد لی ہے۔

موجودہ حکومت سوات ان آثار قدیمہ کی طرف توجہ دے رہی ہے چنانچہ اٹلی کے ماہرین آثار قدیمہ کی ایک جماعت پروفیسر جی طوسی (G. TUCCI) کی قیادت میں پاکستان کے محکمہ آثار قدیمہ کے تعاون سے کھدائی کا کام کر رہی ہے۔ یہ جماعت ۱۹۵۶ء سے ہر سال چند ماہ سوات میں گزارتی ہے۔ اور جو نوادرات اسے ملے ہیں انہیں سوات کے عجائب گھر میں رکھ دیا گیا ہے۔ اس جماعت کو کھدائی کے دوران ایسے آثار ملے ہیں جن کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ پانچویں صدی قبل مسیح سے متعلق ہیں۔ اور بگرام میں ایک محل کے آثار ملے ہیں جن کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ سکندر اعظم کے حملہ کے وقت موجود اور دربار سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں تعمیر کیا گیا تھا۔ دوسرے مقام پر کھدائی کرنے سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ وہ علاقہ تیسری صدی کے اواخر یا چوتھی صدی عیسوی میں سیلاب وغیرہ سے برباد ہوا ہوگا۔ اس جماعت کا خیال ہے کہ پانچویں سے ساتویں صدی کے دوران میں چینی سیاحوں نے جس دارالسلطنت کا ذکر کیا ہے وہ منگورہ کے مقام پر ہی تھا۔ "تیت کارا" اس جگہ بیان کیا جاتا تھا جس جگہ چینی سیاح سن ین کی تحریر کے مطابق تالو (TALO) کا

Marfat.com

مشہور معبد تھا۔ اس مرکزی معبد کے ارد گرد ایک سو بیس چھوٹے چھوٹے معبد ملے ہیں اور ان میں سے بعض نوادرات بھی دستیاب ہوئے ہیں۔

پروفیسر مذکور کا خیال ہے کہ یہ قدیم مقامات بار بار مٹ کر پھر بنتے رہے اور ان نوادرات کو دیکھتے ہوئے جو ان مقامات سے ملے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ باشندگان سوات نے فن سنگتراشی میں کمال حاصل کر لیا تھا اور اس کمال کی وجہ سے ان لوگوں کو چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی میں چین بلایا گیا تھا تاکہ وہ وہاں کے معبدوں کو نقش و نگار سے مزین کریں مسٹر طوسی نے اس علاقہ کی شاہراہ کو مشرق و مغرب کے درمیان خاص اہمیت کا متحمل بیان کیا ہے[1]۔

ہندو شاہیہ بدھ مت پر ترقی اور تنزل کے کئی دور گزرے اس مت کی آمد سے برہمن کی اجارہ داری پر کاری ضرب لگی تھی۔ اسی وجہ سے "ہندو بدھ" کش مکش جاری رہی۔ اور جب کبھی ہندوؤں کو موقع ملا انھوں نے بدھ مت کو ختم کر دینے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ یہ مخالفت حقیقتاً اشوک کے زمانہ ہی سے شروع ہو چکی تھی اور پہلی صدی قبل مسیح میں مشہور ہندو راجہ بکرماجیت کو اقتدار حاصل ہوا تو اس نے بڑے شد و مد سے بدھ مت کی مخالفت کی اسی راجہ کے عہد میں سن بکرمی کا ۵۷ سنہ قبل مسیح میں آغاز ہوا۔ اس کے بعد پھر بدھ مت کو عروج ملا۔ کشن خاندان محافظ بدھ مت نظر آنے لگا۔ پھر بدھ مت کا زوال شروع ہوا۔ ساتویں صدی کے وسط میں ہندوؤں نے بڑے منظم طریقہ پر ہندو دھرم

---

[1] ڈان کراچی۔ ۶ر دسمبر ۱۹۵۸ء

Marfat.com

کی تبلیغ شروع کر دی اور بدھ مت کو مٹا دینے میں کوئی کسر باقی نہ رہنے دی گئی ہن کی آمد کے بعد یعنی اندازاً ۵۰۰ء سے ۱۰۰۰ء تک پھر کسی بیرونی حملہ آور کا پتہ نہیں چلتا۔

ہندوؤں نے مختلف علاقوں میں اپنی راجدھانیاں قائم کر لیں۔ گندھارا کے علاقہ پر وقتاً فوقتاً اقتدار بدلتا رہا کبھی یہ علاقہ کلیتاً آزاد رہا تو کبھی کسی طاقتور حکمران کے زیر اقتدار دکھائی دینے لگا۔ تا آنکہ دسویں صدی میں ہندو شاہیہ نے اس علاقہ پر اپنا پرچم لہرایا تو اس کا اقتدار موجودہ صوبہ سرحد سے نکل کر علاقہ سوات اور نغان (افغانستان) تک دکھائی دینے لگا۔ چنانچہ برکوٹ (ریاست سوات) سے جو ایک کتبہ دستیاب ہوا اس پر بزبان سنسکرت مرقوم تھا کہ

عہد فرمانروائے اعلیٰ شاہان عظمی کے بلند مرتبہ شاہ اور مختار اعلیٰ سری جیپالا دیوا۔

جیپالا دیوا سے مراد راجہ جے پال ہے حقیقتاً یہی ایک ہندو خاندان تھا جس نے گندھارا پر حکومت کی تھی اس سے قبل کسی وقت بھی کوئی ہندو حکومت اس علاقہ پر حکمران دکھائی نہیں دیتی اور اس آخری ہندو حکومت کا چراغ بھی جلد ہی سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں گل ہو گیا تھا۔

Marfat.com

عہد اسلامی کا ابتدائی دور

ابتدائی مسلم حملہ آور

سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں ہندو شاہیہ کا چراغ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گل ہوا تو سلطان نے اس علاقہ پر اپنا پرچم لہرایا۔ اس کے بعد غوری خاندان برسر اقتدار آیا۔ پھر دوسرے خاندانوں نے جگہ لی۔ اور ہر خاندان نے اپنے وقت میں اپنے اقتدار کے بقاو قیام کے لئے تگ و دو جاری رکھی۔ یہاں اس امر کو ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ اس وقت تک قبیلہ یوسف زئے موجودہ علاقہ کی بجائے افغانستان اور بلوچستان کے درمیان مقیم تھا۔

یوسف زئیوں کی آمد

خاندان مغلیہ کے الغ بیگ کو انہی یوسف زئیوں کی امداد و اعانت سے تخت افغانستان نصیب ہوا تھا۔ لیکن بعد میں چل کر اس کی نیت میں فتور آیا تو اس نے یوسف زئے اور دوسرے افغان قبیلہ گیگیانیوں میں اختلاف پیدا کرادیا۔

Marfat.com

اور خود گیگیانیوں کا ہمنوا ہو کر مقابلہ پر اتر آیا۔ لیکن کامیابی حاصل نہ کر سکا تو چال بازیوں سے کام لینے لگا۔ صلح و صلاحیت کی باتیں شروع کر دیں اور بالآخر یوسف زئی سرداروں کو ایک دعوت میں مدعو کر لیا۔ وہ اعتماد کرتے ہوئے شریک دعوت ہوئے تو اچانک ان پر حملہ کر دیا۔ وہ سنبھل بھی نہ سکے تھے کہ قتل کر دیئے گئے۔ ان حالات میں قبیلہ کے نوجوان ملک احمد خان[1] نے قیادت سنبھالی اور خیر اسی میں دیکھی کہ جس طرح ہو اپنے قبیلہ کو افغانستان سے باہر لے جائے۔ اس میں اگرچہ یہ خطرہ ضرور تھا کہ پھر الغ بیگ آڑے آئے گا۔ لیکن ساتھ ہی یہ خیال بھی تھا کہ ایسی صورت میں خود الغ بیگ کو یہ خطرہ درپیش ہوگا کہ کہیں تمام افغان قبائل مجتمع ہو کر یوسف زئیوں کی حمایت شروع نہ کر دیں۔ چنانچہ اس نے یوسف زئیوں کے افغانستان سے نکل آنے پر کوئی قابل ذکر مخالفت نہ کی۔

ملک احمد خان نے علاقہ پشاور میں داخل ہونے پر وہاں کے مقیم قبیلہ ولازاک سے جائے رہائش کے لئے درخواست کی۔ اور دلازاکوں کے اظہار رضامندگی کر دینے پر یوسف زئیوں کو دوآبہ (پشاور) کے علاقہ میں مقیم کر دیا۔ بعد میں جب دوسرے قبیلے بھی اس طرف کا رخ کرنے لگے تو یوسف زئیوں نے بخوشی خود یہ علاقہ گیگیانیوں کو دیدیا۔ پھر ہشتنگر کا علاقہ محمد زئیوں کے حوالہ کیا اور خود سوات دیر باجوڑ مردان وغیرہ کی طرف چلے گئے جہاں وہ اسوقت تک آباد ہیں

---

[1] ملک احمد خان ولد سلطان خان قبیلہ مندڑ کے ذیلی قبیلہ رزڑ کی شاخ ملک زئے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی اولاد موضع یار حسین (علاقہ رزڑ) میں آباد ہے۔

Marfat.com

علاقہ سوات عہد مغلیہ میں

بابر کا اقدام

ادھر پشاور مردان۔ سوات باجوڑ وغیرہ علاقوں میں ہنگامہ آرائی ہو رہی تھی۔ یوسف زئے اور دوسرے قبائل اپنے لئے جدا جدا علاقے مختص کرتے ہوئے اپنا اقتدار قائم کر رہے تھے۔ ادھر افغانستان میں محمد ظہیر الدین بابر کو تخت کابل پر قبضہ کرنے کا موقع ملا۔ اس کا ستارۂ عروج چمکنے لگا۔ فتح و کامرانی اس کے قدم چومنے لگی۔ ان حالات میں اس نے ہندوستان کا رُخ کرنا چاہا۔ راستہ میں کئی قبائلی آبادیاں اسے اولیں نظر میں کسی طرح باعث مشکلات دکھائی نہ دیں لیکن جب اقدام شروع کرتے ہوئے خیبر پہنچا تو اپنے اندازہ کے برعکس اسے ایسے لوگوں سے

۱؎ پیدائش ۱۵ر فروری ۱۴۸۳ء مطابق ۶ر محرم الحرام ۸۸۸ھ وفات پیر ۲۶ر دسمبر ۱۵۳۰ء مطابق ۶ر جمادی الاول ۹۳۷ھ۔

Marfat.com

واسطہ پڑا جو بہادری اور جوانمردی سے تحفظ وطن کے لئے سب کچھ کر گزرنے کو تیار تھے۔ انہوں نے بلار قومات حاصل کئے بابر کو اپنے علاقہ سے گزرنے کی اجازت نہ دی اور سد راہ ہوئے۔ بابر جیسا حکمران بھی سر تسلیم خم کرنے والا نہ تھا۔ اس نے دفعتی طور ہندوستان پر حملہ کرنے کا ارادہ بدل کر پہلے قبائلیوں سے دو دو ہاتھ کر لینے کا فیصلہ کیا۔

اس سلسلہ میں پہلے پہل اس کی نظر یوسف زئیوں پر پڑی۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ اس قبیلہ اور الغ بیگ کی کش مکش سے پوری طرح واقف تھا۔ پھر بعض افراد نے الغ بیگ کے قتل میں بھی یوسف زئیوں کا ہاتھ بتایا۔ علاوہ ازیں کہا جاتا ہے کہ ملک احمد خان کی شہرت اور اس کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر بابر نے اسے اپنے دربار میں حاضر ہونے کی دعوت دی تھی۔ ملک احمد خان نے اپنے حالات کے پیش نظر دعوت تو قبول کر لی لیکن خود حاضر دربار نہ ہوا بلکہ اپنے ایک عزیز ملک سیفو خان کے فرزند ملک شاہ منصور کو بھیج دیا۔[1] بابر نے اسے خلاف ورزی احکام اور اپنی بے عزتی پر محمول کیا۔ اس کے ساتھ ہی باجوڑ میں اس سے قبل سلطان حیدر علی مرزا الغ بیگ کے احکام کی خلاف ورزی کر چکا تھا۔ اس نے نہ تو اطاعت قبول کی تھی نہ خراج دینے پر رضامند ہوا۔ ان وجوہات سے بابر نے پہلے ہی اس علاقہ کو منتخب کیا اور لشکر لئے روانہ ہو گیا۔

---

[1] شاہ منصور کا تعلق قبیلہ اباخیل (سدوزئے) سے ہے۔

Marfat.com

جنگ باجوڑ

مختصر یہ کہ بابر نے اقدام کرتے ہوئے اس علاقہ کو سزا دینی چاہی۔ ۱۵۱۹ء میں یکم محرم الحرام کو باجوڑ کا رخ کیا۔ اس کے ساز و سامان کو دیکھکر بھی سلطان باجوڑ نے جو قبیلہ یوسف زئی سے تعلق نہ رکھتا تھا اور جو یوسف زئیوں سے شکست کھاکر باجوڑ اور افغانستان کے درمیانی علاقہ میں اپنی جدید حکومت قائم کرچکا تھا۔ اطاعت قبول کرنے سے انکار کردیا اور آمادہ بہ جنگ ہوکر مقابلہ پر اتر آیا تو شکست کھائی۔ اس وقت تک باجوڑ کے باشندوں نے بندوق (مچ لاکس[1]) کی شکل نہ دیکھی تھی۔ اول تو انہوں نے مذاق اڑانا شروع کیا لیکن جب چھ سات آدمی شکار ہوگئے تو انہیں اس کی اہمیت و طاقت کا احساس ہوا۔ اب وہ محتاط ہوکر لڑنے لگے۔ رات گزر گئی۔ دوسرے دن شدت کی جنگ میں میدان بابر کے ہاتھ رہا۔

مزید اقدام کے سلسلہ میں بابر اپنی خود نوشت سوانح عمری میں لکھتا ہے کہ

چونکہ لشکر کے لئے اناج کی کمی تھی ہم نے وادی کھراج پہنچکر غلہ پر قبضہ کرلیا اور پھر سواد (سوات) میں یوسف زئے افغانوں کے خلاف حملہ کا آغاز کیا۔ دوسرے دن اقدام جاری رکھتے ہوئے ہم نے چندل (چندول) اور دریائے باجوڑ کے مقام اتصال پر ڈیرے جمائے۔ یہاں کے یوسف زئے چند بہت ہی

---

[1] یہ وہ ابتدائی بندوق جس میں اوپر نالی سے بارود بھری جاتی اور چقماق سے پیدا کردہ شعلہ سے داغی جاتی تھی۔

Marfat.com

دلکش لیکن انتہائی نشہ آور مدہوش کرنے والی کیمال لائے
میں نے ایک کے ٹکڑے کاٹے۔ ایک حصہ میں نے خود کھایا
دوسرا طاغائی کو دیا اور تیسرا عبداللہ کو۔ اس ایک ٹکڑے نے
مجھ پر کافی اثر کیا اور اس قدر مدہوش کر دیا کہ جب نماز
مغرب کے بعد بیگ مشوروں کے لئے جمع ہوئے تو میں ان
میں شامل نہ ہو سکا اور یہ امر بہت ہی تعجب انگیز تھا کیونکہ
اب میں اس قسم کا پورا کیمال معمولی اثر لئے کھا سکتا ہوں۔
حالانکہ اس وقت نصف سے کم نے ہی مدہوش کر دیا تھا۔

میدانی علاقہ میں آمد

اس کے بعد تزک بابری کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نامعلوم وجوہات سے اس نے سوات کی طرف مزید اقدام نہ کیا بلکہ دریائے امبار کے راستہ سے میدانی علاقہ یوسف زئی کی راہ لی اور تخت بائی کے گرد و نواح سے گزر کر کائلنگ پہنچا۔

بابر کے کیل کانٹے سے لیس ہو کر علاقہ سوات کی طرف یلغار کرنے کے بعد بلا کسی وجہ ظاہر کئے اس کا واپس میدانی علاقہ کی راہ لینا زیر بحث رہا ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ ملک شاہ منصور اس کے دربار میں ایک دفعہ حاضر ہو کر اس سے تعلقات پیدا کر چکا تھا۔ بابر کو اس علاقہ میں پہنچکر غالباً احساس ہوا کہ ایسی حالت میں کہ اس کا مطمح نظر ہندوستان جیسے وسیع مالدار اور زرخیز علاقہ کو فتح کرنا تھا اور ایسی حالت میں کہ خیبر میں آفریدیوں کی روش اور ان کا

Marfat.com

استقلال دیکھ چکا تھا۔ اسے یقین ہوا ہوگا کہ اگر یوسف زئیوں سے بھی بگاڑ پیدا کر لیا گیا یا وقتی طور اپنی طاقت کے زور سے اس نے اس قبیلہ کو مطیع بھی کر لیا تو وہ اطاعت حقیقی معنوں میں اطاعت نہ ہوگی اور میدانی علاقہ میں مناسب انتظام کر لئے جانے کے باوجود پہاڑی قبائلی علاقہ کے باشندے پریشان کرتے رہیں گے جس سے افغانستان اور ہندوستان کا درمیانی راستہ کسی وقت بھی محفوظ نہ رہ سکے گا۔

بی بی مبارکہ سے شادی

اس کا واحد حل یہی تھا کہ یوسف زئیوں سے کسی باعزت طریقہ پر تعلقات قائم کر لئے جاتے چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مقصد سے نامہ و پیام ہوتا رہا۔ جس کے نتیجہ میں ملک شاہ منصور نے اپنی دختر نیک اختر بی بی مبارکہ کی شادی بابر سے کر دی۔ جس سے اس قبیلہ کے ساتھ اس کے تعلقات زیادہ بگڑ نہ سکے اور بابر خود لکھتا ہے کہ اس نے یوسف زئی لڑکی سے شادی ہی کو صلاحیت کی بہترین شکل خیال کیا تھا۔ بعض مورخین کی رائے میں بی بی مبارکہ بابر کے ہندوستان کی طرف کوچ کر جانے پر باجوڑ کے قلعہ میں مقیم رہی اور اس کے کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔

بابر گو یوسف زئیوں پر اپنا اقتدار قائم نہ کر سکا لیکن اس قبیلہ میں شادی کر لینے کے بعد بڑی حد تک اس کے تعلقات ان سے خوشگوار نظر آنے لگے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اس کے ہندوستان پر آخری حملہ میں دیگر افغان قبائل کے علاوہ بارہ سو تو صرف یوسف زئے تھے جن کی اکثریت

Marfat.com

فتح کے بعد ہندوستان میں ہی مقیم ہو گئی تھی اور انہی کی اولاد نے بعد میں سرزمین ہند پر کئی ریاستوں کی بنیادیں رکھی تھیں۔

بابر کے بعد خاندان مغلیہ کے تمام حکمران یکے بعد دیگرے اپنے اپنے عہد حکومت میں سوات پر اپنا اقتدار قائم کرنے کی کوشش کرتے رہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ پورے علاقہ یوسف زئے پر

قتل و خونریزی اور ملک کی تباہی و بربادی کے باوجود ان (قبائلی) علاقوں میں مغل کسی وقت بھی مستقلاً اپنے پاؤں نہ جما سکے اور نہ ہی کسی وقت ان حقائق کو ضبط تحریر میں لانے کے قابل ہوئے۔ اس وجہ سے آئین اکبری کی کوئی ایک جلد بھی مکمل نہیں کہلا سکتی۔ (میجر راورٹی)

انہی خیالات کو حضرت میاں گل عبدالودود بانئے ریاست سوات جدید نے یوں تصدیق کر دی تھی کہ

تاریخ کے کسی دور میں حتےٰ کہ عہد اکبر یا اورنگ زیب میں بھی اور درانیوں کا تو ذکر ہی کیا۔ اس علاقہ یوسف زئے کے باشندے کسی حکومت کے تابع فرمان نہیں رہے تھے۔[1]

---

[1] دی پٹھان از ادلف گیرو

Marfat.com

تحریک روشنائی

محمد ظہیر الدین بابر کے بعد مغلوں کے ابتدائی دور حکومت میں کہ ابھی وہ قیام و استحکام کے لئے تگ و دو کر رہے تھے۔ انہیں ہندوستان میں شیر شاہ سوری سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ جس کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اسی قبیلہ یوسف زئی کا چشم و چراغ اور اپنے مسکن موضع سورئے کی نسبت سے سوری پکارا جاتا تھا۔ اس شیر شاہ نے مغلوں کو ایسا پریشان کیا کہ ہمایوں کے لئے ہندوستان سے نکل بھاگنے کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہ رہا۔ اور پھر ایک عرصہ تک مصائب و آلام برداشت کرنے کے بعد اسے بھی دوبارہ تخت دہلی پر متمکن ہونے کا موقع ملا تھا۔

اس ابتدائی عہد ہمایونی میں پٹھانوں کے اندر بایزید نامی ایک شخص نے مذہب کے نام پر ایک قومی تحریک کا آغاز کیا۔ اس تحریک نے ابتداء میں

Marfat.com

خاطر خواہ کامیابی حاصل کرلی۔ علاقہ یوسف زئے بشمول علاقہ سوات کے باشندے بایزید کے گرویدہ نظر آنے لگے اور اس بانئے تحریک نے اتنی ہر دلعزیزی حاصل کرلی کہ اسے "پیر روشن" پکارا گیا اور تاریخ کے اوراق پر اس کی تحریک نے "تحریک روشنائی" کے نام سے جگہ حاصل کرلی۔

اس تحریک کی مخالفت میں حضرت پیر بابا میدان میں نکل آئے۔ وہ ایک عرصہ سے بونیر میں مقیم رہ کر اپنے زہد و تقوی کی وجہ سے شہرت اور اثر و رسوخ حاصل کر چکے تھے۔ انہوں نے مخالفین کی ایک جماعت پیدا کرلی اور ان کے خلیفہ یا دست راست حضرت اخون درویزہ اس مخالفت کی عملاً مخالفت کرتے نظر آئے۔ حضرت پیر بابا کا تعلق شاہی مغل خاندان سے تھا۔ ان کے والد شاہی خاندان میں شادی کر چکے تھے اور حضرت پیر بابا اسی شہزادی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ ہمایوں کے ہندوستان سے شیر شاہ سوری کے ہاتھوں فرار ہونے پر حضرت پیر بابا کے والد بزرگوار سید احمد ترمذی تو ہمایوں کے ہمرکاب رہے۔ لیکن انہوں نے اپنے لڑکے سید علی ترمذی کو جو بعد میں چل کر پیر بابا کے لقب سے مشہور ہوئے تھے ہندوستان میں ہی چھوڑ دیا تھا۔ وہ ہندوستان سے نکل کر اول ادوآبہ (ضلع پشاور) میں گیگیانیوں کے پاس مقیم رہے اور بعد میں بونیر میں مستقلاً اقامت اختیار کرلی تھی۔ حضرت اخون درویزہ کی نسبت وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کس قبیلہ سے متعلق تھے۔ بعض لکھنے والوں نے انہیں تاجک بتایا ہے تو بعض نے مغل۔ بہرحال اس میں اختلاف نہیں کہ وہ قبیلہ یوسف زئے سے نہ تھے۔

Marfat.com

بایزید (پیر روشن) کا تعلق قبیلہ اڑمڑ یا الصار سے بیان کیا جاتا ہے۔ اس کا خاندان کافی گرام (وزیرستان) سے آمدہ بیان کیا جاتا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ تحریک روشنائی کی موافقت اور مخالفت میں خوب رسہ کشی ہوئی۔ اول الذکر نے مذہب کے نام پر اسے اٹھانے اور زندہ رکھنے کی کوشش کی تو موخر الذکر نے مذہب ہی کے نام سے اسے دفن کر دینا چاہا۔ حقیقت یہ ہے کہ میدان علم میں دلائل و براہین سے پیر روشن کو شکست نہ دی جاسکی۔ اس کے سامنے ٹھہرنا مشکل ہو گیا۔ مخالفین کو اپنی بے بسی کا احساس ہونے لگا۔ چنانچہ پیر روشن کے شدید ترین مخالف حضرت اخون درویزہ لکھتے ہیں کہ

> علماء اس کے عقلی استدلال کے سامنے بے بس تھے۔ انہیں عقلی و نقلی دلائل سے اس نے زچ کر دیا تھا۔[1]

اس کا لازمی نتیجہ جنگ و جدل کی شکل میں ظاہر ہوا۔ مقابلے ہوئے مذہب کے نام پر طرفین کے ہزاروں آدمی کام آئے۔ اس دوران میں پیر روشن نے وفات پائی۔ لیکن تحریک بدستور چلتی رہی۔ مقابلے ہوتے رہے۔ پیر روشن کے مریدین اور اس کے لڑکے اپنے عزم و ارادہ پر قائم رہے۔ تا آنکہ آخری فیصلہ کن جنگ موضع بینی (ضلع مردان) کے قریب لڑی گئی۔ تحریک کی حمایت میں پیر روشن کے مریدین اور اس کے لڑکے ملا میر (المعروف حسن پیر) کی

---

[1] مجلہ پختو (پشاور یونیورسٹی) جلد ۲ شمارہ ۲۔

Marfat.com

قیادت میں نبرد آزما تھے تو مخالفین حضرت ملا اخون درویزہ کی رہنمائی میں مصروف جنگ نظر آئے۔ میدان کارزار مخالفین کے ہاتھ رہا۔ تحریک روشنائی کا قائد ملا میر بھی اس جنگ میں کام آیا۔ اور پیر روشن کے تین لڑکوں کی زندگی کا چراغ بھی گل ہوا۔ چوتھا جلال (جلالہ) جو کم عمر اور بہت خوبصورت تھا گرفتار ہو کر اکبر اعظم کے پیش کیا گیا تھا۔ جسے اکبر نے بڑی عزت و احترام سے اپنے پاس مقیم رکھا۔ لیکن وہ اس زندگی سے مطمئن نہ ہو سکا تو بھاگ نکلا اور پھر ساری عمر اس نے مغلوں کو چین لینے نہ دیا۔ اس موقع پر کہا جاتا ہے کہ اخون درویزہ کے فتوے یا حکم سے پیر روشن کی لاش کو نذر آتش کرتے ہوئے اس کی اہلیہ کو کسی ڈوم کے حوالہ کر دیا گیا تھا۔

مذکورہ جنگ کے بعد گو یہ تحریک افریدی۔ مہمند۔ بنگش وغیرہ علاقوں میں تو چلتی رہی۔ لیکن علاقہ یوسف زئے بشمول سوات میں اس کا چراغ گل ہو گیا۔ اور وہ بایزید جسے پیر روشن کہا جاتا تھا پھر پیر تاریک پکارا جانے لگا۔ اور ایسا منظم و وسیع پیمانے پر مخالف پراپیگنڈا ہوا کہ عوام اسے مخالف اسلام پیر تاریکی کے نام سے ہی یاد رکھنے لگے تھے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اگر اس تحریک کی مذہب کے نام پر اس شدت سے مخالفت نہ کیجاتی تو یہ تحریک پٹھانوں کو منظم کرد کھانے میں وہ کارہائے نمایاں کرتی کہ ہندوستان کی تاریخ میں مغلوں کی بجائے پٹھانوں کے حالات سے اوراق مزین کئے جاتے اور صدیوں تک پٹھان حکومت کرتے دکھائی دیتے۔[1]

---

[1] قدرے تفصیلات کیلئے دیکھو "یوسف زئے" یا "تحریک روشنائی"۔

Marfat.com

درانی سکھ اور انگریز

مغلوں کی مرکزی حکومت اپنے آخری دور میں ناقابل بیان حد تک کمزور ہو چکی تھی اور حقیقتاً برسوں قبل صوبہ سرحد کے علاقہ سے اس کا اقتدار اٹھ چکا تھا۔ افغانستان میں جن لوگوں کو حکومت یا گورنری ملی ان میں اتنی طاقت و سکت نہ تھی کہ قبائلیوں سے نبرد آزما ہو سکتے۔ ایسی حالت میں قبائلی علاقہ کو ایک عرصہ کے لئے بیرونی حملہ آوروں سے نجات مل گئی۔ انہی حالات میں جب افغانوں کے مشہور حکمران احمد شاہ ابدالی نے افغانستان میں اپنی حکومت قائم کر لی تو تمام افغان اسے اپنی قومی حکومت خیال کرتے ہوئے اس کی امداد و اعانت کرنے لگے۔ لیکن اس کے باوجود سوات اور ارد گرد کے پہاڑی علاقوں نے اطاعت پر اظہار آمادگی نہ کیا۔ اگرچہ وہ احمد شاہ ابدالی کی امداد کرتے رہے۔

درانیوں کے بعد سکھوں کی باری آئی۔ انہوں نے اپنی وحشت و بربریت

Marfat.com

کو علاقہ یوسف زئے میں پوری طرح بے نقاب کرد کھایا۔ لیکن اقتدار حاصل نہ کر سکے۔ ان کی جانشینی کا فخر انگریزوں کو حاصل ہوا۔ تو ظلم و ستم اور جبر و استبداد میں وہ کسی طرح سکھوں سے کم نہ تھے۔ ان کے پاس طاقت تھی۔ کارکن تھے۔ مال و دولت تھی۔ قیام حکومت کا جذبہ تھا۔ پشت پر انگلستان کی منظم و وسیع حکومت تھی۔ نتیجہ یہ کہ وہ میدانی علاقوں میں تو اپنا اقتدار قائم کر لینے میں کامیاب رہے۔ لیکن قبائلی علاقہ بدستور آزاد رہا۔ اور صوبہ سرحد میں پورے ایک سو سال تک مقیم رہنے کے باوجود علاقہ سوات کو زیر نگیں نہ کیا جا سکا۔ جس پر اس علاقہ کے باشندے جس قدر بھی فخر کریں کم ہے۔

ملا مستان کا ظہور

انگریز اگرچہ علاقہ سوات پر قبضہ نہ کر سکا تھا۔ تاہم علاقہ مالاکنڈ اور پائیں سوات میں اس کے سیاسی اقتدار کو باشندگان وطن برداشت نہ کر سکے۔ اور اندر ہی اندر آگ سلگنا شروع ہوئی۔ حتیٰ کہ مئی ۱۸۹۷ء میں انگریزوں کو ایسی اطلاعیں بھی ملیں کہ جن سے بالائی سوات کے باشندوں کی مخالفت یا ان کے ابھرے ہوئے جذبات کا پتہ چل سکتا تھا۔ لیکن انگریز نے نشہ اقتدار میں ان اطلاعوں کو درخور اعتنا نہ سمجھا تا آنکہ خود نواب دیر نے انگریزوں کو پالم ملا صاحب اور ان کے رفقاء کی سرگرمیوں کی طرف متوجہ کیا۔ گو اس وقت یہ تحریک زیادہ تر کامیاب نہ رہی تاہم اس نے عوام کے جذبات ابھارنے میں کافی امداد دی تھی۔

Marfat.com

۱۸ر جولائی ۱۸۹۷ء کو لنڈا کئے کے قریب ملامستان کے نام سے ایک مرد مجاہد نمودار ہوا۔ اس ملامستان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بونیر کے ایک معزز خاندان کا چشم و چراغ تھا۔ والدین نے سعد اللہ خان نام رکھا۔ شوق حصول علم اسے مختلف ملکوں کی سیر کراتا رہا۔ ایک عرصہ تک اجمیر شریف میں بھی قیام کیا۔ وہ ابتداء ہی سے بہادر، نڈر۔ اور طاقت و توانائی میں نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ ۱۸۹۵ء میں جب اجمیر شریف سے واپس لوٹا تو اپنے جذبہ جہاد اور جذبات علمیہ کے اظہار کی وجہ سے "ملامستان" اور سرطور فقیر (برہنہ سر) پکارا گیا۔[۱]

انگریز کو ملامستان کی آمد اور عوام کو دعوت جہاد دینے کا علم ہوا تو اس نے مردان سے گائڈس نامی فوج طلب کرلی اور فیصلہ کیا کہ راتوں رات "امان درہ" پر قبضہ کرلیا جائے۔ اسی دوران میں ۲۶ر جولائی کو ملامستان نے لنڈا کئے سے تھانے کا رخ کیا۔ خود انگریز مصنفین کے خیال میں اس وقت اس کے ساتھ صرف چند خورد سال لڑکے ہاتھوں میں جھنڈیاں اٹھائے چل رہے تھے۔ لیکن راستہ میں تین چار سو یوسف زئی ساتھ ہو گئے تو الہ ڈھنڈ۔ بٹ خیلہ۔ اور پیر کوردنہ سے ہوتے ہوئے اس نے مالاکنڈ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ پولیٹیکل آفیسر (میجر ڈین) اپنے لشکر کو پہلے ہی تیاری

---

[۱] غالباً اس لفظ مستان کی مناسبت سے انگریزوں نے میڈ ملا (MAD MULLA) (مستانہ ملا) کے نام سے اس کا ذکر کیا۔

کا حکم دے چکا تھا کہ وہ دن نکلتے ہی ملامستان کے لشکر کو آنے کے ساتھ ہی منتشر کر دے۔ لیکن اس لشکر نے رات کوئی نو بجے کے قریب اچانک مالاکنڈ پر حملہ کر دیا جس کا وہاں کے لشکر کو وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔ انگریز لشکری سراسیمگی کی حالت میں ہتھیار سنبھالنے لگے۔ انگریز نے سکھوں کو آگے جھونکا ان میں کے اکثر قتل ہوئے۔ شدید دست بدست جنگ ہوتی رہی طرفین کی لاشیں تڑپتی نظر آنے لگیں۔ قبائلیوں نے کواٹر گارد پر قبضہ کرتے ہوئے تمام اسلحہ و بارود لوٹ لیا اور صبح تک یہ ہنگامہ آرائی ہوتی رہی[1]۔

اسی رات قبائلیوں نے چکدرہ پر بھی حملہ کر دیا۔ وہاں بھی سخت مقابلہ ہوا۔ ۲۷ جولائی کو لندن اور شملہ میں بیٹھے ہوئے حکمرانوں کو اطلاع ملی تو انہوں نے تازہ دم لشکر روانہ کرنے کی ہدایات جاری کر دیں چنانچہ ۳۰ جولائی سنہ ۱۸۹۷ء کو ذیل کا سرکاری اعلان مشتہر ہوا۔

گورنر جنرل ان کونسل لشکر کی روانگی کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں جو مالاکنڈ فیلڈ فورس کہلائیگا۔ اس کا مقصد مالاکنڈ اور ملحقہ چوکیوں پر قبضہ رکھنا ہے اور ساتھ ہی گردونواح کے قبائل کے خلاف وقت ضرورت ضروری کارروائی کرنا ہے[2]

---

[1] ایک انگریز مصنف کے قول کے مطابق صبح ۱۹ قبائلیوں کی لاشیں ملیں ایک کرنل ایک میجر اور ایک لفٹننٹ قتل ہوئی ایک میجر ایک کپتان اور لفٹننٹ زخمی ہوئے سپاہیوں میں ۲۱ ماری گئے اور ۳۱ زخمی ہوئی۔ [2] مالاکنڈ فیلڈ فورس۔ چرچل۔

Marfat.com

انگریز لشکر کا اقدام ۳۱ جولائی ۱۸۹۷ء کو مذکورہ لشکر کانوشہرہ چھاؤنی (ضلع پشاور) میں اجتماع ہوا۔ جنرل بنڈن بلڈ نے اس کی قیادت سنبھالی۔ اس رات قبائلیوں نے چکدرہ پر پھر حملہ کرتے ہوئے دو انگریز افسر ۱۶ سپاہی اور ۲۶ گھوڑے مار دیئے۔ یکم اگست کو قبائلیوں نے ایک بار پھر حملہ کرتے ہوئے چکدرہ کی چوکی پر قبضہ کر لیا۔ ۲ اگست کو انگریز کے مذکورہ لشکر نے موقع پر پہنچکر پھر اس علاقہ میں اپنا اقتدار قائم کرنے کی کوشش کی۔ قبائلیوں سے مقابلہ ہوا وہ ڈٹ کر مقابلہ پر اترے لیکن اس تازہ دم لشکر کے سامنے ٹھہر نہ سکے تو پیچھے ہٹ گئے۔ انگریز رسالہ نے اقدام کرتے ہوئے امان درہ پر قبضہ کرتے ہوئے چکدرہ کو بھی محاصرہ میں لے لیا اور جو قبائلی انگریز کے ہاتھ لگا اس کی کوئی بات سنی نہ گئی۔ اسے یا تو نیزوں سے چھلنی کیا گیا یا فوراً قتل کر دیا جاتا رہا۔ سکھوں کو حکم ملا کہ وہ اپنے انتقام میں بڑے خیلہ پر یورش کریں جو امان درہ کے قریب ہی واقع ہے۔ وہاں بھی مقابلہ ہوا کئی لشکری مارے گئے اور آٹھ قبائلیوں کو سکھوں نے اپنی سنگینوں سے چھلنی کر دیا۔ ان جنگوں میں باشندگان سوات باجوڑ اور اتمان خیلوں کے علاوہ بڑی تعداد میں مقبوضہ علاقہ کے لوگوں نے بھی شمولیت کی اور اپنے قبائلی بھائیوں کی امداد و اعانت کے لئے وادی بائے زئے (ضلع مردان) اور تنگی (ضلع پشاور) کے جتھے خاص طور قابل ذکر ہیں۔

اب اس انگریز لشکر نے جوش انتقام میں اردگرد کے علاقہ کو تاراج

Marfat.com

کرنا شروع کیا۔ اسے چھوٹے چھوٹے دیہات میں مختصر سی آبادیوں کے خلاف اپنی طاقت آزمانے کا موقع ملا اور گو اکثر آبادیاں گھروں کو خالی چھوڑ کر پیچھے پہاڑیوں میں جا مقیم ہوئی تھیں تاہم بہادری کا سکہ جمانے کے لئے ان کے مکانوں کو مسمار کرنے میں ہی انگریز کو اپنی بہادری کے جوہر نظر آنے لگے۔ اور اس طرح پائیں سوات کے علاقہ کو روندا جا چکا تو بالائی سوات کی طرف نظر اٹھی۔ اب کسی کے گناہگار یا بے گناہ ہونے کا کوئی سوال درپیش نہ تھا قبائلیوں کو کچلنا۔ انہیں اپنی اطاعت پر مجبور کرنا اور اپنی طاقت کا رعب جمانا مقصود تھا۔ بالائی سوات کے باشندے اس وقت جنگ کرنا نہ چاہتے تھے اس وجہ سے انہوں نے شرائط صلح طلب کرلیں لیکن فیصلہ یہی ہوا کہ اس علاقہ کو بھی روند کر اپنا اقتدار قائم کیا جائے۔ اپنی طاقت کا رعب بٹھایا جائے۔ لیکن اس حقیقت کو فراموش کر دیا گیا کہ جو قوم صدیوں سے ایسے حالات کا مقابلہ کر چکی تھی اسے کیسے اطاعت پر مجبور کیا جا سکتا تھا۔ وقتی طور وہ ضرور دب سکتی تھی لیکن آگ کی چنگاری بھی آگ ہی ہوتی ہے کے مصداق کسی وقت وہی چنگاری مخالفین کے پورے نظم و نسق کو جلا کر خاک بھی کر سکتی تھی۔

بالائی سوات پر حملہ

چنانچہ درخواست صلح یا طلبی شرائط صلح کے مسئلہ کو درخور اعتنا نہ سمجھتے ہوئے انگریز نے اقدام کا فیصلہ کیا تو ۱۶ اگست کو لشکر تھانہ کی طرف روانہ ہوا اور اس مہم کو اتنا اہم خیال کیا گیا کہ جنرل بلڈ کے کثیر لشکر کی امداد کے لئے ایک دوسری

Marfat.com

لشکر کو رستم (مردان) میں مقیم کر دیا گیا تاکہ باشندگان بونیر اس لشکر کے خوف سے سواتیوں کی امداد نہ کر سکیں۔ مختصر یہ کہ لشکر نے اقدام کرتے ہوئے اس دن یعنی ۱۶ر اگست کو موضع لنڈاکئے پر حملہ کر دیا۔ باشندوں کو انگریز کے ارادوں کا قبل از وقت علم ہو چکا تھا۔ گو تعداد میں کم تھے تاہم مردانہ وار مقابلے کے لئے نکلے تو انگریز لشکر کا منہ پھیر دیا۔ جنرل بلڈنے اسے اپنی ذلت پر محمول کیا ہوگا۔ چنانچہ دوسرے دن ۱۷ر اگست کو تازہ دم لشکر بڑے ہی نظام سے توپ خانہ ساتھ لئے آگے بڑھنے لگا جیسے کسی بڑی اور منظم حکومت سے مقابلہ ہو رہا تھا۔ قبائلیوں نے جلالہ کے قریب اس لشکر کو روک کر مقابلہ شروع کیا۔ توپخانہ کی آتش باری کی تاب نہ لاکر قبائلی پیچھے ہٹنا شروع ہوئے تو انگریز کو ان کے پسپا ہو جانے کے خیال نے تعاقب پہ مجبور کیا قبائلیوں نے یہ حالت دیکھی تو مڑ کر شدت سے حملہ کر دیا شاہی لشکر کے بہت سے آدمی کام آئے اور طرفین لڑتے جھگڑتے پھر لنڈاکئے تک جا پہنچے یہاں سے انگریز لشکر پھر واپس ہو کر اپنے کیمپ کو لوٹ گیا۔[1]

---

[1] گائڈ نامی فوج کے "طعام خانہ" (مس) بمقام مردان ایک رنگدار تصویر آویزاں ہے۔ جس میں لنڈاکئے کے مقام پر لفٹننٹ گریوز کے مردے کو غازیوں کے ہاتھوں سے چھننے کا نقشہ دکھایا گیا ہے اسی جنگ میں انگریز کو دو ڈھول بھی ہاتھ آئے وہ اس جگہ بطور یادگار رکھے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

جدید انتظامات اور ساز و سامان کے ساتھ ۱۸ر اگست کو پھر اقدام شروع ہوا قدم قدم پر قبائلی مدافعت کرتے رہے تا آنکہ ۱۹ر اگست کو اس لشکر نے منگورہ میں جا دم لیا۔ قبائلی حسب معمول سایہ کی طرح ساتھ رہے۔ انہوں نے انگریز کو دم نہ لینے دیا۔ اس کے آگے راستہ کی مشکلات اور قبائلیوں کے عزم کو دیکھتے ہوئے انگریز نے ۲۱ر اگست کو واپس لوٹ جانے کا فیصلہ کیا تو ۲۴ر اگست کو بری کوٹ میں قیام کے بعد اپنے کمپ کی راہ لی۔ سوات کی طرف انگریز کا یہ آخری بڑا حملہ تھا۔

Marfat.com

سوات
کا
دورِ جدید

Marfat.com

Marfat.com

سوات کا دور جدید

زمانہ قدیم سے درانیوں کے عہد پھر انیسویں صدی کے وسط سے بیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں علاقہ سوات پر جو کچھ گزرتی رہی اس کا ذکر گذشتہ اوراق میں اپنے مناسب مقامات پہ کیا جا چکا ہے۔ اس وقت جدید ریاست کے مختصر حالات جو مذکورہ ادوار کے بعد وقوع پذیر ہوئے لکھے جاتے ہیں جن کی ابتداء ۱۹۱۷ء میں میاں گل عبدالودود کے بادشاہ منتخب ہونے پر ہوئی تھی۔ ان حالات کو سمجھنے کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس پس منظر پہ بھی قدرے روشنی ڈالی جائے کہ جو میاں گل عبدالودود کے اس ریاست کو جدید زندگی دلانے کا باعث بنا۔

حضرت اخوند صاحب

بانئے سوات حضرت میاں گل عبدالودود کے دادا حضرت اخوند صاحب سوات کا۔

Marfat.com

سلسلہ نسب مہمندوں کے قبیلہ صافی سے جا ملتا ہے۔ آپ علاقہ شامیزئے (سوات) کے موضع جبڑی میں بہ دوران سال ۱۷۹۴ء پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل نام عبدالغفور اور والد کا عبدالواحد تھا۔ بچپن ہی سے حصول علم کا شوق اور زہد و تقویٰ سے رغبت رہی۔ اسی کا نتیجہ تھا جو بعد میں چل کر اخوند پکارے گئے اور دنیا انہیں حضرت اخوند صاحب سوات۔ صاحب سوات اور بابائے سیدو شریف کے باعزت ناموں سے اس وقت تک یاد کئے جا رہے ہیں۔ تعلیم کے ابتدائی مدارج طے کرنے کے بعد آپ گھر سے نکل کر گجر گڑھی (ضلع مردان) میں اس وقت کے مشہور عالم دین مولانا عبدالحکیم سے حصول تعلیم کرتے رہے۔ کچھ عرصہ آپ نے چمکنی (پشاور) اور زیارت کاکا صاحب (تحصیل نوشہرہ) گزارا۔ پھر پشاور شہر میں حضرت جی صاحب[1] کی صحبت سے فیضیاب ہوئے اور آخر میں موضع طور ڈھیر (ضلع مردان) میں کچھ عرصہ مولانا محمد شعیب کی خدمت میں گزارنے کے بعد ان کی وفات پر ۱۸۱۶ء میں آپ نے دریائے سندھ کے کنارے موضع بیکی میں جا قیام کیا۔ اور وہیں مشغول عبادت رہے۔ اندازاً ۱۸۲۸ء میں بیکی سے نکل کر نمل اور پھر وہاں سے موضع سلیم خان پہنچے۔ جہاں انہیں اول بار اخوند پکارے جانے کا اعزاز حاصل ہوا۔ سکھوں اور درانیوں کی جنگ میں آپ نے دوست محمد خان فرمانروائے افغانستان کا ساتھ دیا۔ اس طرح اپنی عمر کے چوبیس سال گزارنے کے بعد ستمبر ۱۸۳۵ء میں وہ اپنے وطن کو واپس لوٹ گئے۔ ابتداً انہوں نے موضع ملوچ کی ایک مسجد میں قیام کیا۔ وہاں

---

[1] آپ کا مزار محلہ صاحبزادہ فضل حق (چڑیکوباں) پشاور میں ہے۔

Marfat.com

سے موضع رنگیلا کو منتقل ہوئے پھر موضع ہوڈی گرام کے قریب غازی بابا کے مزار میں قیام رہا اور بعدازاں مرغزار کے پرفضا مقام کی راہ لی۔ دہاں سے موضع سپیل بانڈی میں جاکر شادی کی اور ۱۸۴۵ء میں اس جگہ سے نکل کر موضع سیدو میں سکونت اختیار کرلی۔ جو اس وقت ان کے تقدس کی وجہ سے سیدو شریف کہلاتا ہے۔ اور ریاست سوات کا دارالسلطنت ہے

سوات کی پہلی حکومت

سیدو میں مقیم ہوجانے کے بعد آپ نے باشندگان وطن کی فلاح و بہبود کی طرف توجہ دی۔ ۱۸۴۹ء میں انگریز کے علاقہ سرحد میں پہنچ جانے پر آپ نے مستقبل کے خطرات کا اندازہ لگاتے ہوئے اس علاقہ کو منظم کرنے کے لئے تگ و دو شروع کی تو اپنے زہد و تقویٰ کی وجہ سے خاطرخواہ کامیابی ہوئی۔ آپ نے مختلف علاقوں کے خوانین اور رؤساء کو دعوت مشاورت دے کر ان کے سامنے ملت کی تنظیم کا اہم ترین مسئلہ پیش کیا واقعات پر روشنی ڈالتے ہوئے۔ مستقبل کے خطرات سے آگاہ کیا اور تجویز کی کہ تمام بااثر افراد اپنی انفرادیت کو چھوڑ کر کسی ایک شخص کو اپنا امیر منتخب کرلیں۔ اور اس طرح متحد و متفق ہوکر تحفظ ملت کا انتظام کریں سب نے آپ کی رائے سے اتفاق کیا تو عام خیال یہی تھا کہ وہ خود امیر منتخب ہوں گے۔ لیکن وہ اس بار گراں کو اٹھانے کے لئے تیار نہ تھے عوام نے اصرار کیا تو آپ نے حضرت پیر بابا کی اولاد سے سید اکبر شاہ کو امارت

ؔ حضرت پیر بابا کا ذکر عہد مغلیہ میں دیکھئے۔

Marfat.com

کے لئے پیش کرتے ہوئے خود اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ حاضرین نے یہ حالت دیکھی تو انہوں نے سید اکبر شاہ کو اپنا امیر یا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ ایک ریاست کی بنیاد پڑ گئی تو موضع غالیگی اس کا دار السلطنت قرار پایا۔ شریعت اسلامیہ کے نام سے اس امارت نے کام شروع کیا لیکن کچھ زیادہ کامیاب نہ رہی۔ چھ سات سال کے عرصہ میں ہی اس کی بنیادیں متزلزل نظر آنے لگیں۔ اس دوران ہندوستان کی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا آغاز ہوا۔ ملت کو منظم کرنے کا یہ عظیم موقعہ تھا لیکن عین اس وقت جب کہ مذکورہ جنگ کی خبریں سرزمین سرحد پر پہنچنے لگی تھیں۔ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو سید مبارک شاہ فرشتہ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ نظام میں پہلے ہی انتشار پھیل چکی تھی اب ان کے انتقال سے اس اولین امارت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ انگریزوں کو جو اس مذکورہ امارت سے خطرہ پیدا ہو رہا تھا اس کا اندازہ سر ہربرٹ ایڈورڈ کے ان الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے جن میں لکھتا ہے کہ

اگر سوات میں شرعی حکومت اور جنگجو قبائل کا سربراہ سید اکبر شاہ زندہ ہوتا تو ۱۸۵۷ء کی جنگ کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔

سید اکبر شاہ کے بعد

سید اکبر شاہ کی وفات پر ملک بھر میں پھر کوئی نظام دکھائی نہ دیا۔ خود اخوند صاحب اس بار امانت کو اٹھانے کے لئے تیار نہ تھے اور دوسری ایسی کوئی شخصیت دکھائی نہ دیتی تھی جن کے کندھوں پر اس امانت کو ڈال دیا جاتا۔ ان حالات میں سید اکبر شاہ کے فرزند سید مبارک شاہ اور حضرت اخوند کے

Marfat.com

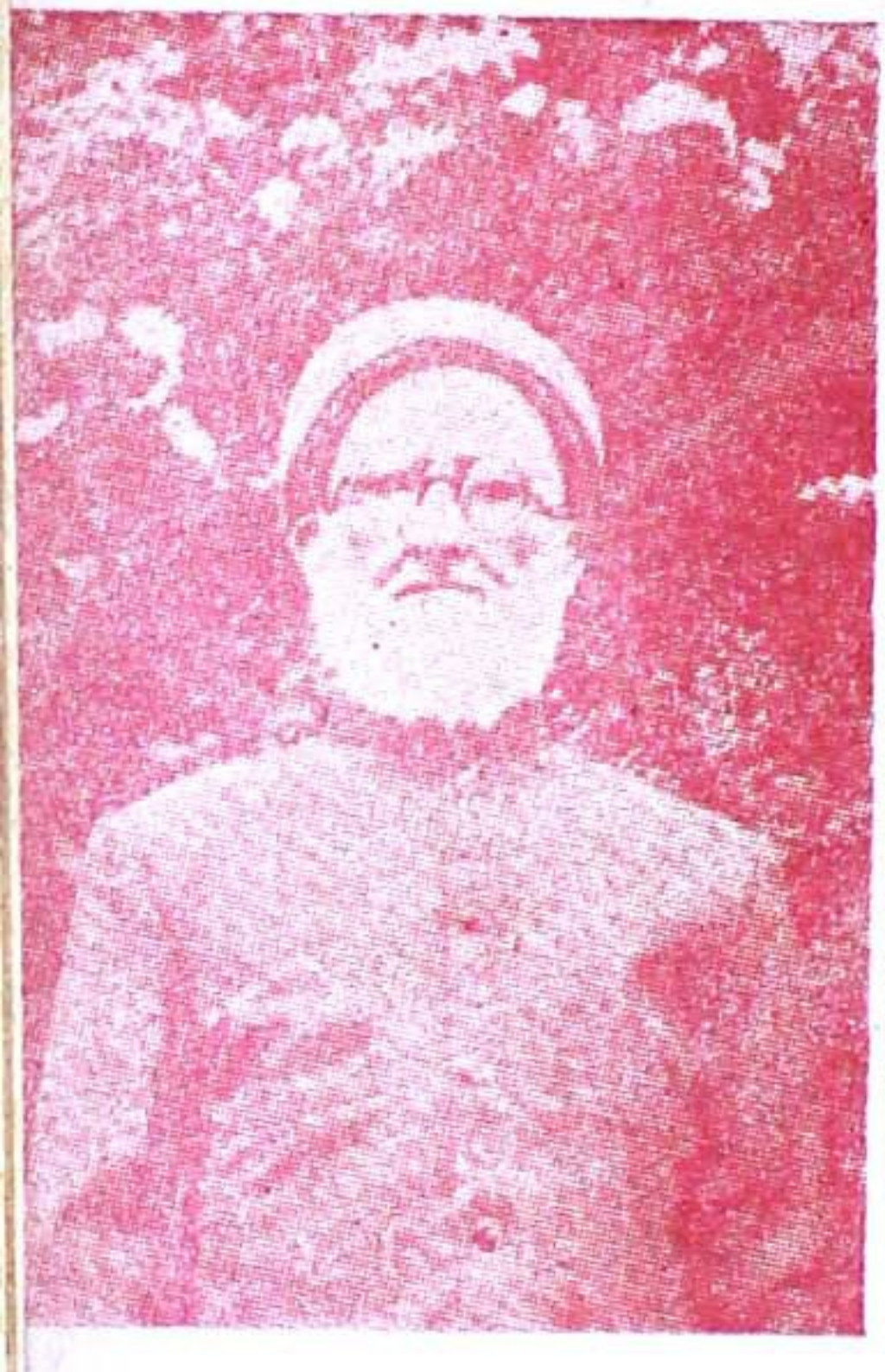

میاں گل عبدالودود
بانئے ریاست سوات

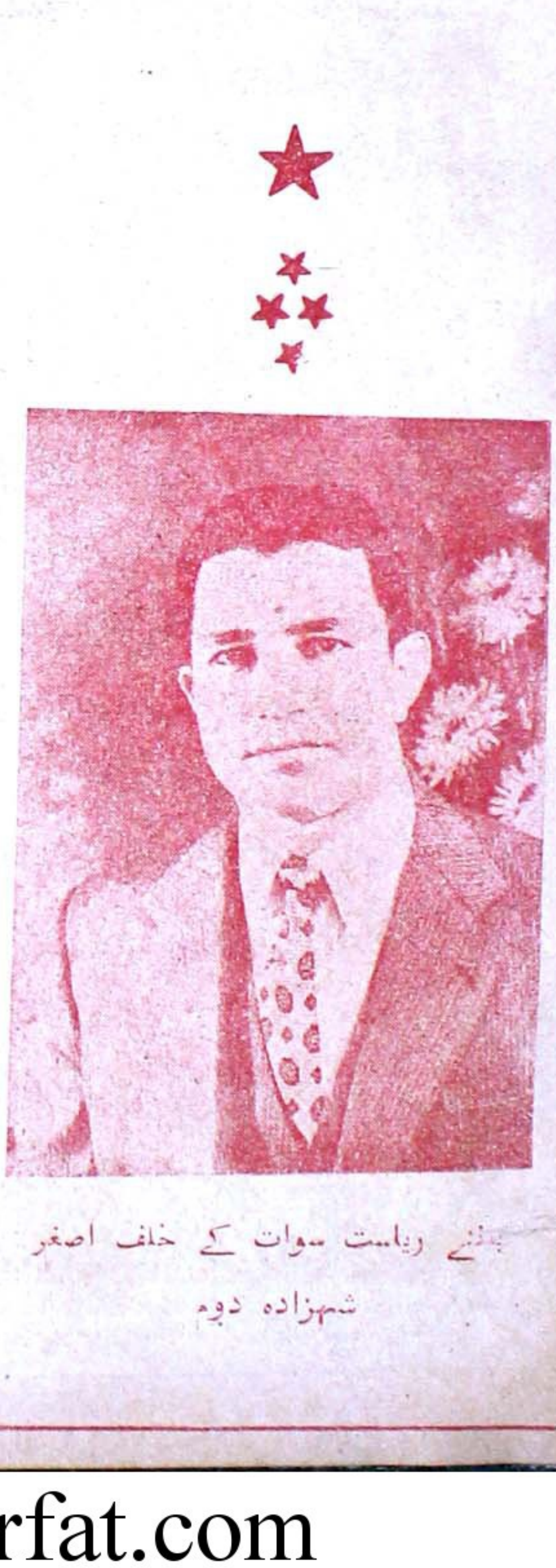

بانئے ریاست سوات کے خلف اصغر
شہزادہ دوم

Marfat.com

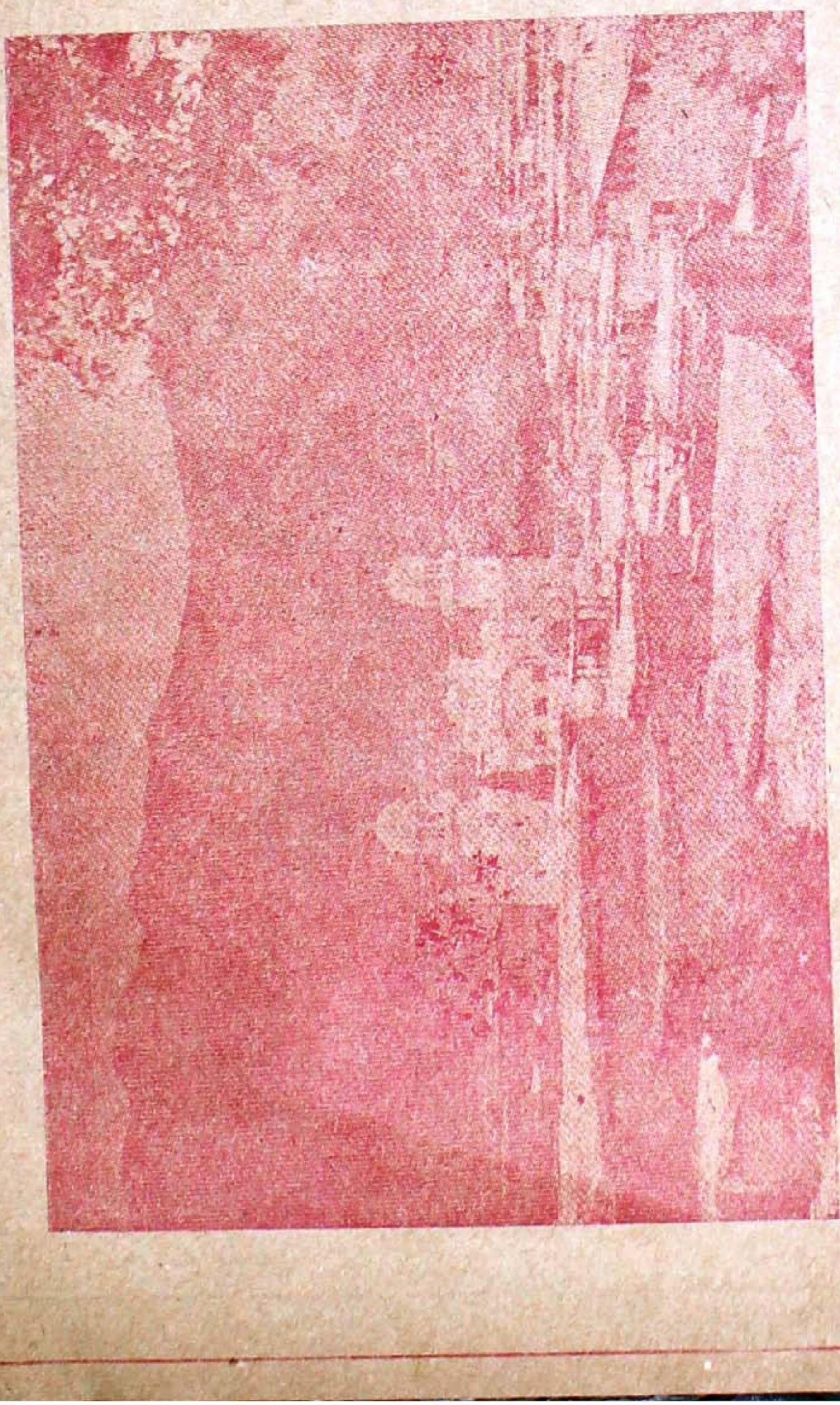

میلاد شریف - زیارت سوات کا دارالسلطنت

Marfat.com

فرزند میاں گل عبدالخالق دونوں نے حصول اقتدار کی کوشش کی۔ اخوند کی موجودگی میں ان کی تائید حاصل کئے بغیر کسی کو برسر اقتدار آنے کا موقع نہ تھا اور ان دونوں کو ان کی حمایت حاصل نہ تھی۔ اس طرح کوئی حکومت قائم نہ ہوسکی۔ البتہ حضرت اخوند از خود اتحاد و تنظیم کی کوشش کرتے رہے۔ ان کے مذہبی فتووں اور فیصلوں کو عزت و احترام سے دیکھا جاتا رہا۔ اس دوران میں صوبہ سرحد کی مشہور جنگ امبیلہ[1] کا آغاز ہوا تو ضرورت وقت کے پیش نظر قبائل کی درخواست پر آپ نے اس جنگ میں شرکت کی۔ بڑی تعداد میں آپ کے مریدین ہمرکاب تھے۔ اس کے بعد کوئی قابل ذکر واقعہ ظہور پذیر نہ ہوا۔ آپ نے ۱۲ جنوری ۱۸۷۷ء مطابق ۷ محرم الحرام ۱۲۹۵ھ بروز شنبہ داعی اجل کو لبیک کہا۔ تو سیدو شریف میں ہی آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ جہاں آپ کا عالی شان خوبصورت مقبرہ اس وقت تک عوام و خواص کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے اور جہاں دور دراز علاقوں سے آنے والے ہزاروں زائرین کا تانتا بندھا رہتا ہے۔

---

[1] یوسف زئے از یوسفی۔

Marfat.com

شجرۂ نسب

حضرت اخوند صاحب کی اولاد کا شجرۂ نسب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

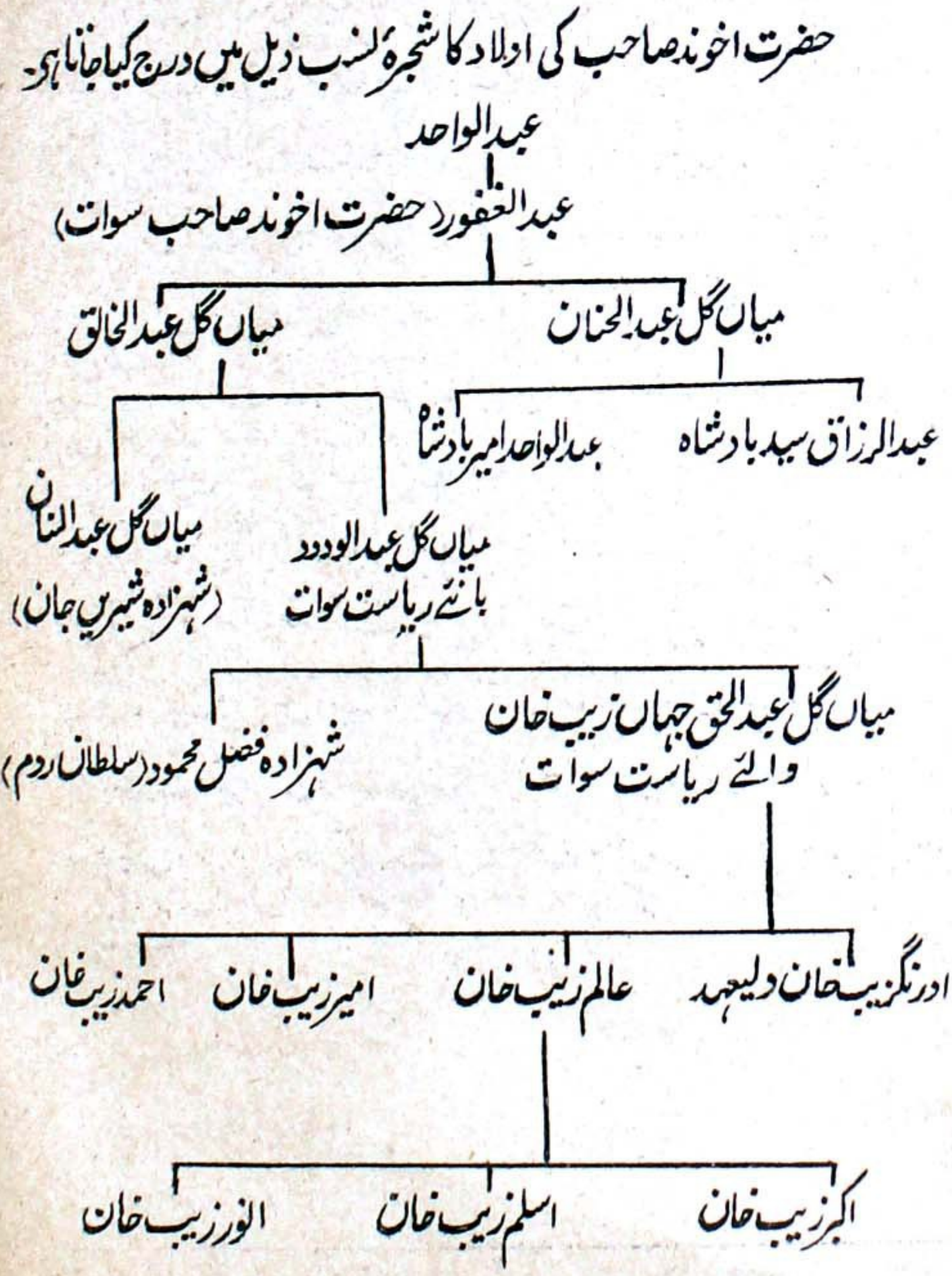

Marfat.com

حضرت اخوند کے بعد

حضرت اخوند کی وفات کے موقع پر ان کے دونوں لڑکے عبدالمنان اور عبدالخالق ایک جنگ کے سلسلہ میں نواب دیر کے ساتھ موضع تالاش میں مقیم تھے۔ خبر وفات ملنے پر عبدالمنان واپس لوٹ آئے لیکن عبدالخالق کو بروقت اطلاع نہ مل سکی۔ جلدی میں وہاں سے نکل کر اول الذکر نے حصول اقتدار کی کوشش کی تو یہ اقتدار برنگ حکمرانی مل نہ سکا تاہم اس نے اپنے گرد طاقت جمع کرلی اور ایک قائد یا سردار کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے لگا۔ برخلاف ازیں موخر الذکر نے اپنے والد کے نقش قدم پر چل کر عوام کے دلوں پر قبضہ کرلیا۔ علاقہ بھر میں شریعت اسلامیہ کے نفاذ کے سلسلہ میں دورے شروع کئے۔ بڑی تعداد میں مریدین اور شیوخ ان کے گرد جمع تھے۔ اس طرح علاقہ میں انہیں مذہبی اقتدار حاصل ہوگیا اور اتنی طاقت میسر آگئی کہ وہ اپنے فیصلوں کو بزور بازو نافذ کرا سکیں۔ حضرت اخوند کی وفات کے کوئی دس سال بعد ان کے بڑے لڑکے عبدالمنان وفات پاگئے۔ ۱۸۹۲ء میں بہ عمر پینتیس سال عبدالخالق بھی اس دنیا سے رخصت ہوگئے تو ایک دفعہ پھر یہ علاقہ اپنی سابقہ روایات کو زندہ کرنے لگا پھر "گھرگھرخانی" کا دور عود کر آیا اور پھر ملک میں کوئی قیادت باقی دکھائی نہ دی۔

میاں گل عبدالودود کی ابتداء

میاں گل عبدالخالق کی وفات پر

Marfat.com

ان کے دو کم سن بیٹے رہ گئے تھے بڑے میاں گل عبدالودود کی عمر کوئی دس سال تھی تو چھوٹے میاں گل شیریں جان بہت ہی کم عمر تھے۔ انہی دونوں کو باپ کا جانشین تسلیم کر لیا گیا۔ وہ سجادہ نشین کی حیثیت سے دکھائی دینے لگے۔ اس طرح گویا بچپن ہی سے مذہبی اقتدار حاصل ہوگیا۔ ایک عرصہ تک تو یہ سجادہ نشین اور ان کے چچازاد بھائی آپس میں اتحاد و اتفاق سے رہے پھر اختلافات نے سر اٹھایا تو طرفین خطرہ محسوس کرنے لگے۔ دونوں نے اپنی اپنی جماعتیں منظم کرنا شروع کیں کشمکش بڑھنے لگی۔ سازشیں شروع ہوئیں۔ نتیجہ یہ کہ حالات اتنے بگڑے کہ ۱۹۰۴ء میں ایک دن جب اچانک یہ دونوں چچازاد بھائی راستہ میں ایک دوسرے کے سامنے آئے تو دیکھتے ہی دیکھتے دونوں کے اسلحہ نے حرکت کی۔ سید بادشاہ کے گولی لگی تو وہ جانبر نہ ہوسکا دو سال گزرنے کے بعد اس کا دوسرا بھائی بھی اسی طرح میاں گل عبدالودود کی گولی کا نشانہ بنا۔ تو چچازاد بھائیوں کی اس باہمی کشمکش کا خاتمہ ہوا۔

اب دونوں بھائی آپس میں اتحاد و اتفاق سے زندگی بسر کرنے لگے۔ انہوں نے جائداد تقسیم کر لی۔ اس دوران میں میاں گل عبدالودود فریضہ حج ادا کرنے چلے گئے۔ واپسی پر ان دونوں بھائیوں میں بھی اختلاف پیدا ہوا۔ جنگ و جدل تک نوبت جا پہنچی۔ شیریں جان نے سیدو پر حملہ کر دیا لیکن شکست کھائی۔ پھر میاں گل نے کالیگی پر حملہ کرتے ہوئے اس پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں دونوں بھائی چھ ماہ تک قبر کے مقام پر ایک

Marfat.com

دوسرے کے خلاف صف آرا رہے۔ بالآخر عارضی صلح ہوگئی تو شیریں جان نے تختہ بند میں قیام شروع کیا۔

سوات پر نواب دیر کا حملہ

اس دوران میں سوات میں مقیم دو قبیلوں پنکی خیل اور شموزئے میں اختلافات نے جنگ کی صورت اختیار کرلی۔ کمزور پارٹی نے نواب دیر سے امداد طلب کی۔ اس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لشکر روانہ کردیا۔ کمزور پارٹی نے دوبارہ اس علاقہ کو فتح کرلیا جو فریق مخالف اس سے چھین چکا تھا۔ لیکن بعد میں جب نواب دیر سے لشکر واپس بلانے کو کہا گیا تو اس نے ٹال مٹول سے کام لیا۔ جس کا مقصد یہی تھا کہ وہ اب اس علاقہ کو ہاتھ سے دینا نہ چاہتا تھا۔ بلکہ اس کے لشکر نے کبل اور نل نامی دو مقامات پر قلعے بھی تعمیر کرلئے۔ اس طرح ۱۹۰۸ء میں نواب دیر پنکی خیل اور شموزئے کے علاقہ پر قابض ہوگیا۔

اب باشندوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ سمجھ گئے کہ حقیقتاً زنجیر غلامی کو انھوں نے خود دعوت دے کر حاصل کیا تھا کچھ عرصہ گزرنے کے بعد "سنڈاکے ملا" نامی ایک شخص کو جو انگریز کے خلاف قبائل میں مصروف عمل تھا اس طرف متوجہ کیا گیا تو وہ سواتیوں کی امداد پر آمادہ ہوگیا۔ اس کے گرد معتقدین جمع ہوچکے تھے۔ اس نے اقدام شروع کردیا اور جلد ہی سواتیوں نے نل پر قبضہ کرلیا۔ اس وقت دیر پر نواب اورنگ زیب خان حکمران تھا اس نے تازہ دم لشکر روانہ کردیا

Marfat.com

جنگ شروع ہوئی۔ سواتیوں نے ننگولی اور بانڈی پر یکے بعد دیگرے لشکر کو شکست دی اور پھر سمبٹ سے اقدام کرتے ہوئے کبل کے قلعے کو بھی مخالفین سے خالی کرالیا۔ اس طرح مذکورہ علاقہ پر دیر کی سیادت باقی نہ رہی۔

سید عبدالجبار شاہ کی حکومت

مندرجہ بالا واقعات نے باشندگان سوات کی آنکھیں کھول دیں انہیں اب اپنی تنظیم کی فکر ہوئی وہ سمجھ گئے کہ نواب دیر پھر کسی وقت حملہ کر کے انہیں غلام بنالے گا۔ انہوں نے حضرت اخوند کے خاندانی وقار کے پیش نظر میاں گل عبدالودود اور شیریں جان کو حکومت مرتب کرنے کی دعوت دی۔ لیکن ایسی حالت میں کہ دونوں میں اختلافات موجود تھے۔ جنگیں لڑی جا چکی تھیں۔ میاں گل نے ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بالآخر فیصلہ ہوا کہ حضرت پیر بابا کی اولاد سے سید عبدالجبار شاہ ساکن سنھانہ کو دعوت دے کر بادشاہ بنادیا جائے چنانچہ ۱۹۱۴ء میں دریائے سوات کے پار شمالی علاقہ میں اس جدید حکومت کا قیام عمل میں آیا۔

اب دونوں بھائیوں نے جو ایک دوسرے سجادہ نشین کو برسر اقتدار دیکھا تو اپنا خاندانی وقار خطرے میں دکھائی دینے لگا۔ نتیجہ یہ کہ دونوں بھائی متحد ہو گئے۔ سابقہ دشمنی یا مخالفت کو فراموش کر دیا گیا۔ عبدالجبار شاہ نے یہ حالت دیکھی تو مقابلہ پر اتر آیا۔ کاٹلی اور ہوڈی گرام میں شدید جنگ

Marfat.com

لڑی گئی تو یہ دونوں بھائی اپنے آبائی مسکن سیدو کو چھوڑ کر دلبار میں جا مقیم ہوئے۔ یہاں موسیٰ خیل۔ بریکوٹ۔ کوٹہ ابوہا وغیرہ کے معززین نے امداد دینے کے وعدے کرتے ہوئے ان دونوں بھائیوں کو سید عبدالجبار شاہ کے خلاف جنگ کرنے پر رضامند کر لیا۔ لنڈاکئے کے قریب معمولی سی جنگ ہوئی وعدہ کرنے والے ایفائے عہد نہ کر سکے تو یہ دونوں بھائی دلبار کی طرف لوٹ گئے۔

اس دوران میں دونوں بھائیوں کو موقع ملا تو وہ بھی نواب دیر کے لشکر میں شامل ہوکر دوسرے ہی دن علاقہ شاموزئے میں داخل ہوگئے۔ اور میاں گل لشکر کی قیادت کرتے ہوئے سیدو تک جا پہنچا۔ عبدالجبار شاہ بھی لشکر لئے پہنچ چکا تھا۔ دونوں میں جنگ ہوئی تو عبدالجبار شاہ شکست کھاکر نیچی گرام میں جا مقیم ہوا۔ ادھر نواب دیر نے علاقہ شموزئے پر قبضہ کر لیا۔ اب نواب اور میاں گل کے لشکر نے متحد ہوکر عبدالجبار شاہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا اور تندو ڈاک کے مقام پر مورچے لگا دیئے۔ لیکن ماہ رمضان شریف کے شروع ہوجانے کی وجہ سے عارضی صلح ہوگئی۔ اس عارضی صلح کے دوران میں سواتیوں نے کانا۔ غوربند۔ چلیسر۔ پورن۔ لیلونئے وغیرہ سے لشکر جمع کرتے ہوئے میاں گل کی قیادت میں شرنلکے مقام پر علاقہ بالبوزئے کے لشکر کو شکست دی تو میاں گل کے طرفداروں نے ملم میں ایسے ہی ایک دوسرے لشکر کو مار بھگایا۔

Marfat.com

کش مکش زوروں پر تھی۔ میاں گل کو بہ ظاہر نواب دیر کی حمایت حاصل تھی لیکن حقیقتاً کوئی امداد بروقت مل نہ رہی تھی۔ انہی حالات میں تھانہ کے مقام پر یوسف زئیوں کا اجتماع (جرگہ) ہوا۔ میاں گل بھی شریک تھا۔ بحث مباحثہ کے بعد فیصلہ ہوا کہ بالوزئے کے علاقہ پر تو میاں گل کی حکومت قائم ہو اور اباخیل و موسیٰ خیل کو اس کی سیادت میں آزاد چھوڑ دیا جائے اور وہ دوسرے علاقوں میں مداخلت نہ کرے۔ ساتھ ہی عبدالجبار شاہ کے لشکر سے تعاون کرتے ہوئے سوات کے علاقوں سے دیر کی سیادت کو ختم کرا دے۔ سیاسیات میں حالات بدلتے وقت نہیں لگتا۔ کل تک جس نواب دیر سے امداد و اعانت کی توقعات وابستہ کی جا رہی تھیں اب اس کے مقابلہ کی تیاری ہونے لگی۔ چنانچہ میاں گل اور عبدالجبار شاہ نے علاقہ شموزئے میں تبرنگ کے مقام پر قلعہ تعمیر کر لیا تو دیر اور سوات کے لشکر ایک دوسرے کے مقابل نظر آنے لگے۔

نواب دیر نے یہ حالت دیکھی تو مقابلہ کے لئے تیاری شروع کر دی ادھر سوات میں اب بہ یک وقت دو حکمراں دکھائی دے رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ ایک گدڑی میں تو کئی فقیر زندگی بسر کر سکتے ہیں لیکن دو بادشاہ ایک مملکت میں سما نہیں سکتے۔ اندر ہی اندر کشمکش شروع ہوئی۔ میاں گل کا پلڑا بھاری رہا۔ باشندگان وطن کو یقین ہو گیا کہ سید عبدالجبار شاہ اپنی علمی قابلیت کے باوجود قبائلی جنگ میں

Marfat.com

نواب دیر کے مقابل ٹھہر نہ سکے گا۔ تو انہوں نے میاں گل کو حکومت مرتب کرنے کی دعوت دیدی۔ جسے میاں گل عبدالودود نے بہ خوشی قبول کرلیا۔ سید عبدالجبار شاہ کو ستمبر ۱۹۱۵ء میں عزت و احترام سے واپس لوٹا دیا گیا تو وہ پھر ستھانہ میں جا مقیم ہوا۔ اس طرح اس دور کا خاتمہ ہوا۔

سوات کے دور جدید کا آغاز

اب حالت یہ تھی کہ ایک طرف دیر کی طاقت مخالفت پر کھڑی تھی۔ دوسری طرف انگریز قبائلی علاقہ میں کسی منظم طاقت کے قیام کا روادار نہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی ریاست امب (ہزارہ) کا حکمران بھی یہ برداشت نہ کرسکتا تھا کہ اس کے پہلو میں کوئی جدید ریاست جنم لے۔ اندرون ملک کی حالت بھی کسی طرح اطمینان بخش نہ تھی جسے خود بانئے ریاست میاں گل یوں ظاہر کرتے ہیں۔

> سوات کا علاقہ اس زمانہ میں سابق صوبہ سرحد کے اضلاع مردان و پشاور سے بالکل کٹا ہوا تھا۔ آمد و رفت کے ذرائع نہیں تھے۔ پیدل آمد و رفت تھی وہ بھی ہزاروں تکالیف اور مشکلات کے ساتھ ہوتی تھی بار برداری کے لئے خچر استعمال کئے جاتے تھے۔ نمک جیسی سستی اور عام دستیاب ہونے والی چیز جو کہ انسانی ضروریات زندگی میں اہم اور بنیادی شے ہے اس ماحول

Marfat.com

میں کمیاب تھی۔ تحصیل نوشہرہ کے خٹک اگر خچروں پر تجارت
کے لئے نمک لاتے تو یہاں کے لوگ خوشی سے نمک کو گھی
اور شہد کے ساتھ برابر تولنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے غرضکہ
اس قسم کے حالات تھے اور پھر سب سے زیادہ مایوس کن
امر یہ تھا کہ ان لوگوں کی وفاداری کا کوئی بھروسہ نہ تھا۔

ان حالات میں حقیقتاً حکومت کا تاج ایسے کانٹوں کا تاج تھا جس کے لبقاد قیام کی کوئی ضمانت نہ تھی۔ لیکن بہ ایں ہمہ میاں گل نے اس بارگراں کو اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ بیرونی حملوں کے خوف سے باشندے متحد ہو چکے تھے۔ میاں گل نے عقل و تدبر سے کام لیتے ہوئے موقع سے فائدہ اٹھایا۔ تا آنکہ پنکی خیل کے علاقہ میں کبل کے مقام پر ۱۹۱۵ء میں میاں گل عبدالودود کو سوات کا بادشاہ تسلیم کر لیا گیا ادھر یہ سب کچھ ہو رہا تھا ادھر نواب دیر نے موقع کی مناسبت سے شموزئے کے اس نصف حصہ پر بھی قبضہ کر لیا جو کہ اس وقت تک اس کے قبضہ میں نہ تھا۔ میاں گل کو اب طاقت ملیسر آچکی تھی۔ اس نے اس طرف اقدام کرتے ہوئے پورے شموزئے کے علاقہ پر قبضہ جما لیا۔ نواب دیر بھی خاموش بیٹھنے والا نہ تھا ۱۹۱۶ء میں اس نے دوبارہ حملہ کر دیا۔ سواتی لشکر کو شکست ہوئی تو ایک دفعہ پھر شموزئے کے علاقہ پر دیر کا قبضہ ہو گیا۔

نواب دیر کا حوصلہ بلند ہوا تو اس نے ۱۹۱۷ء میں پھر اقدام کیا۔ طوطالو باندی پر حملہ ہوا۔ سواتی لشکر پاکی ڈھیری میں مقیم تھا۔ یہیں

Marfat.com

جنگ ہوئی دیر کا لشکر بھاگ نکلا۔ اس کے بعد بھی ایک دفعہ نواب دیر نے پھر اس علاقہ پر حصول اقتدار کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی ۱۹۱۸ء میں نواب دیر نے پھر حملہ کرتے ہوئے بہا کے مقام پر سواتیوں کو شکست دی تو وہ نل اور سمبٹ میں مقیم ہو گئے لیکن جلد ہی سواتیوں نے دیر کے لشکر کو مار بھگایا۔ تو نہ صرف شموزئے کے علاقہ پر قبضہ کیا بلکہ دیر کے علاقہ ادین زئے پر بھی جا قبضہ جمایا۔ یہ میاں گل کی اولین شاندار کامیابی تھی جس نے اس علاقہ پر اس کا سکہ بٹھا دیا تھا۔

اس وقت تک ازی خیل اور جانکی خیل علاقے کسی کے زیر تسلط نہ تھے۔ میاں گل کی مذکورہ کامیابی کو دیکھتے ہوئے قبل اس کے کہ اس طرف کوئی اقدام کیا جاتا ان علاقوں کے باشندوں نے خود ہی اپنے علاقوں کو ریاست میں شامل کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔

ایک مشکل ترین دور

۱۹۲۱ء میں ایک دفعہ پھر خطرات کے بادل امنڈ آئے تو اس جدید ریاست کو مشکل ترین دور سے گزرنا پڑا۔ ملک کے اندر چند قبائل نے بغاوت کر دی دوسری طرف علاقہ بونیر میں نواب امب نے گوقند کے مقام پر حملہ کر دیا۔ کوہستان کے لشکر نے نواب دیر کے ایماء سے مدین کے مقام پر اجتماع کیا۔ خود امب کا لشکر کوہ کڑا کڑ تک پہنچ گیا اور دیر کے جس علاقہ ادین زئے پر سواتی قبضہ کر چکے تھے اس میں بھی بغاوت ہو گئی۔ نواب دیر کو انگریز کی حمایت حاصل تھی۔ اس طرح گویا بیک وقت سوات

Marfat.com

پانچ اطراف سے حملہ ہو رہا تھا۔ میاں گل کے لئے سخت ترین آزمائش تھی لیکن اس نے ہمت نہ ہاری۔ تن تنہا تگ و دو کرتے ہوئے محاذوں کی فکر میں سرگرداں رہا۔ اور اپنے عقل و تدبر سے کام لیتے ہوئے مسلسل پانچ ماہ جنگ و جدل میں مصروف رہنے کے بعد اس نے تمام مشکلات پر قابو پالیا اور تمام محاذوں پر اسے کامیابی نصیب ہوئی۔

انگریز کی مداخلت

ظاہر کیا جا چکا ہے کہ سواتیوں نے ادین زئے کے علاقہ پر قبضہ کرلیا تھا نواب دیر جب طاقت سے اس پر دوبارہ قبضہ نہ کر سکا تو اس نے انگریز کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ حکومت انگلشیہ سے اس کے تعلقات خوشگوار تھے۔ اس وجہ سے انگریز نے بادشاہ سوات سے مشورہ کئے بغیر اقرار کرلیا کہ ادین زئے کا علاقہ اسے دلا دے گا۔ اور یہ شرط لگا دی کہ اس کے بعد جب تک نواب دیر کو بادشاہ سوات کے مقابل دو تہائی اکثریت حاصل نہ ہو جائے وہ سوات پر لشکر کشی نہ کرے گا اور اپنے اغراض کے پیش نظر یہ شرط بھی عائد کردی کہ ایسی حالت میں بھی نواب دیر کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ حملہ کرنے سے پیشتر پولیٹیکل ایجنٹ سے اجازت حاصل کرے۔

بادشاہ سوات پر جب یہ حقیقت کھلی اور پولیٹیکل ایجنٹ نے اسے مذکورہ معاہدہ یا اقرار کی اطلاع دی تو وہ بے بس نظر آنے لگا۔ اتنی طاقت نہیں تھی کہ بیک وقت دیر اور انگریز کی مشترکہ طاقت کا مقابلہ

Marfat.com

کرتا۔ پھر ایسی حالت میں کہ سوات کے باشندے اپنی ضروریات زندگی کے لئے انگریزی علاقہ کے دست نگر تھے۔ اس نے خاموشی سے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور علاقہ ادین زئے کو جو حقیقتاً ریاست دیر ہی کا حصہ تھا واپس کرنے کا اقرار کر لیا۔ اس طرح یہ علاقہ ۱۹۲۲ء میں نواب دیر کے سپرد کر دیا گیا۔

بونیر پر قبضہ

بونیر کا علاقہ اس وقت تک آزاد تھا۔ وقت ضرورت مقامی باشندے اپنے اندرونی جھگڑوں یا بیرونی حملہ کے وقت نواب دیر یا نواب ریاست امب سے امداد طلب کر لیا کرتے تھے۔ اس دوران میں کہ علاقہ ادین زئے دیر کو واپس کیا جا رہا تھا۔ علاقہ بونیر میں ریاست امب کا ایک لشکر مقیم تھا۔ بلئے ریاست سوات نے گرد و پیش پر نظر ڈالی تو اسے اب کوہستان اور بونیر کی طرف سے خطرہ دکھائی دے رہا تھا۔ چنانچہ اس نے ان علاقوں پر قبضہ کرنے کا عزم و ارادہ کر لیا۔ اور اپنے تدبر سے ایک طرف کوہستانیوں کو مختلف طور طریقوں سے یقین دلایا جاتا رہا کہ ریاست سوات اس طرف لشکر کشی کا کوئی ارادہ نہ رکھتی تھی۔ تو دوسری طرف بونیر میں ایسی فضاء پیدا کی جس سے ظاہر ہونے لگا کہ بادشاہ سوات اتنی طاقت ہی نہ رکھتا تھا کہ بونیر پر حملہ کر سکے۔ ان حالات میں اس کے درپردہ طرفداروں نے بونیر کے قبائل کو اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ ریاست امب کے لشکر کو واپس کر دیں۔ چنانچہ یہ لشکر

Marfat.com

واپس لوٹ گیا تو فضا کو سازگار دیکھتے ہوئے ۱۹۲۳ء میں میاں گل نے بونیر کے علاقہ پر قبضہ کر لیا اور اس وقت تک ریاست سوات میں شامل اور ترقی کے راستہ پر گامزن ہے۔

بحرین وغیرہ پر قبضہ

اس دوران میں کہ بادشاہ سوات بونیر کی طرف اقدام کر رہا تھا۔ کوہستانیوں کے ایک وفد نے الحاق کی درخواست کی۔ اس وقت قاعدہ یہی تھا کہ جو علاقہ یا قبیلہ الحاق کی درخواست کرتا رسماً اس طرف لشکر روانہ کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک مختصر سا لشکر اس طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں بحرین پہنچنے پر اس لشکر نے بلا کسی پروگرام کے اس جگہ پر قبضہ کر لیا۔ اس سے غلط فہمی پیدا ہوئی تو کوہستانی مقابلہ پر اتر آئے۔ شاہی لشکر کو شکست ہوئی لیکن جلد ہی امداد پہنچ گئی نتیجہ یہ کہ بلا کسی ارادہ کے بحرین تک کا علاقہ ریاست میں دکھائی دینے لگا بحرین دو دریاؤں کا مقام اتصال اور بہت خوبصورت اور دلکش مقام ہے۔ مقبوضہ علاقوں میں نظام مکمل کر لینے کے بعد اب دوسرے ان علاقوں کی طرف نظر اٹھنے لگی کہ جن سے استحکام ریاست کو خطرہ محسوس ہو سکتا تھا چنانچہ پھر جلد ہی کانا اور چکیسر جیسے اہم قبائلی علاقوں کو ریاست میں شامل کر لیا گیا۔

انگریز سے تعلقات

قیام ریاست کے سلسلہ میں بانیٔ ریاست بہت ہی تدبر سے کام لے رہا تھا

Marfat.com

جنگیں لڑی جارہی تھیں۔ نظام قائم کیا جارہا تھا ساتھ ہی کوشش تھی کہ اردگرد کی کسی منظم طاعت سے بگاڑ بھی پیدا نہ ہو۔ انگریز اپنے پہلو میں کسی جدید ریاست کے قیام کو پسند نہ کر سکتا تھا لیکن اسے مداخلت کا کوئی موقع نہ ملا۔ اس کے ساتھ بانئے ریاست کو مستقبل کی فکر بھی تھی۔ چنانچہ ۱۹۲۳ء میں اس نے اپنے خلف الرشید محمد عبدالحق جہاں زیب خان کو اپنا ولیعہد مقرر کر دیا۔ اس وقت شہزادہ کی عمر کوئی پندرہ سال تھی اور وہ اسلامیہ کالج پشاور میں زیر تعلیم تھا۔

جب انگریز ریاست کو ہی نہ تسلیم کرتا تھا تو ولیعہد کے تسلیم کئے جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ بالآخر والئی سوات نے اپنی روش سے انگریز کو ریاست کے تسلیم کر لینے پر مجبور کر دیا تو ۳ مئی ۱۹۲۶ء کو حکومت انگلشیہ نے ریاست سوات کو تسلیم کر لیا[1]۔ اور اسے صوبہ سرحد کے سرکاری دربار میں ایک نشست بھی عطا کی گئی۔

اب انگریز سے تعلقات بڑھنے لگے تو اسی سال محکمہ سروے کے ایک افسر سر۔ اے۔ سیٹن نے سوات اور چکیسر کے علاقوں کا سروے کیا اور جنگلات کی دیکھ بھال بھی ہوئی۔ اکتوبر ۱۹۲۶ء میں وائسرائے ہند نے مالاکنڈ ایجنسی کا دورہ کیا تو پہلی بار والئی سوات کو

---

[1] ریاست کو تسلیم کرنے کی رسم صوبہ سرحد کے چیف کمشنر مسٹر کین نے سوات میں بمقام سیدو شریف ادا کی تھی۔

Marfat.com

اس سے ملاقات کرنے کا موقع ملا۔ یکم جنوری ۱۹۳۰ء کو حکومت انگلشیہ نے بانئے ریاست کو۔ کے۔ بی۔ ای (K.B.E) کا خطاب دیا اور اس سال اپریل میں وائسرائے ہند نے سوات میں سیدو شریف کے مقام پر ایک دربار میں اس اعزاز کی سند یا نمتعہ میاں گل عبدالودود کو عطا کیا۔ اس موقعہ پر حکمران کے لقب کا مسئلہ درپیش ہوا تو میاں گل نے صاف الفاظ میں واضح کر دیا کہ قوم اسے "بادشاہ" کا خطاب دے چکی تھی۔ اس وجہ سے وہ کوئی ایسا لقب پسند نہ کر سکتا تھا کہ جو اس مذکورہ خطاب کے وقار پر اثر انداز ہو سکے۔ انگریز "بادشاہ" (ہز مجسٹی) کا خطاب اپنے آئین کے تحت نو دے نہ سکتا تھا۔ مشکل درپیش ہوئی لیکن جلد ہی اس کا حل تلاش کر لیا گیا اور لفظی تغیر و تبدل سے "بادشاہ" کی بجائے رولر (RULER) یعنی حکمران یا والی کا لقب تجویز ہوا۔ چنانچہ سرکاری کاغذات اور عام بول چال میں وہ "والئے سوات" پکارا جانے لگا۔

بانئے ریاست مستقبل کی فکر میں اپنا ولیعہد مقرر کر چکا تھا حکومت انگلشیہ سرکاری حیثیت میں اسے تسلیم کرنے سے پہلو تہی کر رہی تھی اور ۱۹۲۶ء میں ریاست کو تسلیم کرنے کے باوجود ولی عہد کو تسلیم نہ کیا گیا تھا۔ لیکن بانئے ریاست اپنی سعی پیہم میں مصروف رہا اور بالآخر کامیاب ہوا تو ۱۵ مئی ۱۹۳۳ء کو گورنر صوبہ سرحد کے نمائندہ کی حیثیت سے پولٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ نے سیدو شریف میں ایک

Marfat.com

کیپٹن اورنگ زیب خان ولیعہد ریاست سوات

جدید طرز کا سوات ہوٹل

Marfat.com

وادی کالام کا ایک منظر

بحران (سوات) کا ایک منظر

Marfat.com

دربار منعقد کرتے ہوئے شہزادہ محمد عبدالحق جہاں زیب خان کو ولی عہد تسلیم کرنے کا اعلان کردیا۔

علاقہ کوہستان پر قبضہ

۱۹۲۶ء میں انگریز کے اس ریاست کو تسلیم کرلینے کے بعد والئ ریاست کو جب یہ اطمینان ہوگیا کہ اب اس ریاست پر دیر یا امب کی طرف سے حملہ نہ ہوسکتا تھا تو اس نے ریاست کو امن اور وسعت دینے کی کوشش کی چنانچہ کوہستان کی طرف اقدام ہوا باشندگان کوہستان مقابلہ پر اتر آئے۔ طرفین کو شدید نقصان اٹھانا پڑا۔ اس کے باوجود سواتی لشکر درہ کڑمنگ۔ درہ لشام اور لاہور پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوا اس کے بعد حسب معمول والئ سوات نے کوہستان میں اپنی پارٹی پیدا کرلی۔ حمایت شروع ہوئی تاآنکہ خود اس علاقہ کے باشندوں نے الحاق کی درخواست گزار دی جس پر تین اور دروں یا اہم علاقوں۔ دوبیر۔ رانولیا اور بن گٹ کو ریاست میں شامل کردیا گیا۔

کوہستان کے مذکورہ اہم ترین علاقوں کو فتح کرلینے کے باوجود اس علاقہ کا مرکز پٹن آزاد تھا اور اس کے باشندے ریاست امب کے حکمران سے ساز باز رکھتے تھے۔ والئ سوات نے اس کائے کو بھی دور کردینا چاہا۔ لیکن مشکل یہ درپیش تھی کہ سیدو سے پٹن تک ڈیڑھ سو میل کا طویل پہاڑی راستہ تھا۔ کوئی سڑک نہ تھی۔ آمدرفت میں ہزاروں

Marfat.com

مشکلات حائل تھیں۔ بہ ایں ہمہ لشکر کو اقدام کا حکم ملا تو یہ خطرناک پہاڑی راستہ حیرت انگیز طریقہ پر سواتی لشکر نے صرف تین دن میں طے کرتے ہوئے پٹن پر حملہ کر دیا اور شدید جنگ کے بعد اس پر قبضہ بھی کر لیا اس کے ساتھ دوسرا کارنامہ یہ تھا کہ نہایت ہی تیزی سے سڑک بھی تعمیر کر لی گئی اور جب سوات کا لشکر وہاں نظام قائم کرنے کے بعد واپس لوٹا تو اپنی اسی جدید تعمیر شدہ سڑک کے ذریعہ ہی بہ اطمینان واپس لوٹا تھا۔

وادی کالام

سوات کے اردگرد علاقوں کی طرف سے اطمینان حاصل کر لینے کے بعد والئی سوات نے فطرتی طور اب ان مزید علاقوں کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ جن کی طرف سے اس کی توسیع شدہ ریاست کو کسی خطرہ کا احتمال ہو سکتا تھا۔ اس میں خصوصیت سے وہ علاقہ بھی شامل سمجھا جا سکتا ہے کہ جو ریاست امب کی زیر سیادت یا زیر اثر تھا۔ انگریز کو ان ارادوں کا علم ہوا تو اس نے والئی سوات کو ایسے اقدامات سے روک دیا۔ اس مداخلت سے یہ تسلی ہو گئی کہ اب کسی طرف سے ریاست پر حملہ نہ ہوگا۔ چنانچہ وہ ملک کے اندرونی حالات کی طرف متوجہ ہوا اور اصلاحی کام شروع کر دیئے۔

۱۹۴۷ء میں وادی کالام کے باشندوں نے سوات کی روز افزوں ترقی کو دیکھتے ہوئے الحاق کی درخواست کی تو یہ علاقہ بھی ریاست میں شامل کر دیا گیا۔ لیکن حکومت مرکزیہ پاکستان نے اسے ریاست

Marfat.com

کے صوبہ کی حیثیت دینے کی بجائے اس پر برائے راست اپنی سیادت قائم کی اور نظام ملکی کی نگرانی کے لئے والئے ریاست کو اس کا نگران مقرر کر دیا۔ حکومت مرکزیہ پاکستان دوسرے قبائلی علاقوں کی طرح کالام کی فلاح و بہبود پر غور کرتی رہی چنانچہ دیگر اقدامات کے ساتھ اس نے فیصلہ کیا کہ کالام میں دریائے سوات پر ایک "ذخیرہ آب" تعمیر کیا جائے اور اس کی تعمیر کے لئے اگست ۱۹۵۹ء میں کوئی تیرہ لاکھ روپے کی منظوری بھی دیدی۔ توقع کی جاتی ہے کہ اس ذخیرۂ آب سے ایک وسیع علاقہ زیر کاشت آجائے گا پھر اکتوبر ۱۹۵۹ء کے دوران پولیٹکل ایجنٹ مالاکنڈ ایجنسی نے سیدو شریف کے ایک دربار میں باشندگان کالام کے جرگہ کو خطاب کرتے ہوئے ان تمام محصولات کو آئندہ کے لئے معاف کر دینے کا حکومت پاکستان کی طرف سے اعلان کیا جو شہد۔ اخروٹ۔ پھل گھی۔ بھیڑ۔ بکریاں۔ وغیرہ کی برآمد پر وصول کئے جا رہے تھے اور وادی کالام کے باشندوں کو وہ تمام مراعات دیدیں جو دوسرے قبائلی علاقوں کو حاصل ہیں۔

تحریک پاکستان

ہندوستانی قومی تحریکات کا اثر اس علاقہ سوات پر بہت ہی کم پڑا۔ اس کی ایک وجہ تو مقبوضہ علاقہ سے دوری تھی۔ دوسرے ۱۹۱۹ء (تحریک ردلٹ بل) سے ۱۹۳۱-۳۲ء تک ریاست اپنی اندرونی الجھنوں میں گرفتار تھی۔ البتہ جب تحریک مسلم لیگ (پاکستان) کا آغاز ہوا تو والئے سوات کی

Marfat.com

دور رس نگاہ نے اس کے نتائج کا اندازہ لگالیا۔ نتیجہ یہ کہ اس تحریک سے پورا تعاون ہوا۔ نہ صرف اپنے علاقہ میں بلکہ بیرون علاقہ سوات میں بھی وہ اپنے زیر اثر افراد کو اس تحریک میں شمولیت پر آمادہ کرتا رہا۔ والئی سوات نے مالی امداد سے بھی گریز نہ کی اور اس وقت کہ صوبہ سرحد میں استصواب رائے عامہ کی تحریک چل رہی تھی۔ اس نے ایک لاکھ دس ہزار روپے مسلم لیگ فنڈ میں پھر پانچ لاکھ روپے قائداعظم فنڈ میں اور کوئی تین لاکھ روپے دوسرے فنڈوں میں دیئے۔

پاکستانی ریاستوں کے مرکز پاکستان سے الحاق کے سلسلہ میں ریاست سوات کو اولیت کا فخر حاصل رہا اور اعلان الحاق کے ساتھ والئی سوات نے اس وظیفہ سے بھی جو کہ انگریز کے وقت سے مل رہا تھا دستبرداری کا اعلان کر دیا اور ساتھ ہی ایک لڑاکا ہوائی جہاز بھی خرید کر حکومت پاکستان کی نذر کیا۔

محاذ کشمیر جب قیام پاکستان کے بعد جنگ کشمیر شروع ہوئی صوبہ سرحد کے قبائل نے مجاہدانہ انداز میں شمولیت کی تو باشندگان سوات بھی ان کے پہلو بہ پہلو دکھائی دیتے رہے خود والئی سوات نے اس تحریک کی نگرانی کی۔ وہ اپنے خرچ پر مجاہدین کو محاذ کشمیر تک پہنچاتا اور واپس لاتا رہا۔ بہت سے مجاہدین شہید ہوئے اور بڑی تعداد زخمیوں کی بھی تھی اور یہ سب امداد و اعانت غیر مشروط تھی چنانچہ خود والئی سوات نے ایک موقع پر کہا:۔

Marfat.com

پاکستان کی سلامتی ہماری سلامتی ہے۔ پاکستان کا استحکام ہمارا استحکام ہے..... پاکستان سب سے بڑی اسلامی سلطنت ہے۔ اور یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ ملت اسلامیہ کی حیات ثانیہ کے سلسلہ میں پاکستان اہم پارٹ ادا کرے گا۔

محاذ کشمیر پہ بہ یک وقت آٹھ سو منظم سواتی مجاہدین موجود رہا کرتے تھے

حکومت سے دستبرداری

ایک عرصہ دراز کی تگ و دو کے بعد جب ایک مستقل اور پائدار ریاست ترقی کی طرف گامزن نظر آنے لگی تو کوئی ترلیسٹھ سال کی عمر میں بانئے ریاست نے بخوشی خود حکومت سے دستبردار ہونے کا فیصلہ کیا اور عنان سلطنت شہزادہ محمد عبدالحق جہاں زیب خان کو سونپ کر (جسے ۱۹۲۳ء میں وہ اپنا ولی عہد مقرر کر چکا تھا) اسے اپنے نقش قدم پہ چلانے کی کامیاب سعی کی۔ دستبرداری کی یہ تقریب نواب زادہ لیاقت علی خان وزیراعظم حکومت پاکستان کے ہاتھوں ۱۲ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو بمقام سیدو شریف انجام پائی۔

بانئے ریاست سوات سر میاں گل عبدالودود اپنے وقت کا کامیاب ترین حکمران ثابت ہوا اس نے صدیوں کی غیر منظم۔ غیر تعلیم یافتہ اور کسی کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرنے والی قوم کو اتحاد و تنظیم کا سبق پڑھایا ان کی اپنی ریاست قائم کی۔ ملک کو ترقی کے راستہ پہ گامزن کیا۔ زندگی

Marfat.com

کی سہولتیں مہیا کیں۔ تعلیم و صحت کا انتظام کیا۔ اور خطہ سوات کو تاریخ کے اوراق میں ایسی جگہ دلا دی کہ دوسری کوئی ہم عصر ریاست اس کا مقابلہ نہ کر سکی۔ اور پھر اسے بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ یہ سب کامیابی اور کامرانی۔ دور اندیشی۔ تدبر اور نظم و نسق اس شخص نے قائم کیا جو تعلیم جدید کا تو ذکر ہی کیا تعلیم قدیم سے بھی بہرہ ور نہ تھا اور جسے اپنے ذاتی خطوط یا کاروبار حکومت کے سلسلہ میں بھی دوسرے لکھنے والوں پر بھروسہ کرنا پڑتا تھا۔ ایسی حالت میں تعلیم کی وقعت اس کی نظر میں اور بھی بڑھ گئی۔ آپ کی مصروف اور جنگ و جدل سے بھرپور زندگی میں وہ خود تو تعلیم حاصل نہ کر سکا لیکن اپنے خاندان اور قوم کو اس نعمت سے محروم نہ رہنے دیا۔ اپنے لڑکوں کو تعلیم دلائی اور قوم کے لئے ریاست میں مدرسوں کا جال بچھا دیا اور وہ سب کچھ کر دکھایا جو دور حاضر کا کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ حکمران کر سکتا تھا۔

تعلیم کی تشنگی کو وہ خود بھی محسوس کرتا رہا اور جب حکومت سے دستبردار ہوا تو اس نے اپنی اولین فرصت میں تعلیم کی طرف توجہ دی چنانچہ وہ خود کہتا ہے کہ :

میں نے ترسٹھ سال کی عمر میں تعلیم حاصل کرنا شروع کی تھی
ریاست سوات کے قیام و ترقی میں بانئے سوات کی ہمت و استقلال اور جرأت و دلیری کے ساتھ عقل و تدبر نے کارہائے نمایاں کر دکھائے اس

Marfat.com

نے جس طرف کا رخ کرنا چاہا پہلے اس علاقہ میں اپنے طرفدار پیدا کئے۔ ہر حمایت کے مقابل مخالفت کا پیدا ہونا یقینی ولازمی تھا۔ نتیجہ یہ کہ مخالف پارٹی پر اس کی طاقت ظاہر ہو جاتی تھی تو وہ اس خیال سے کہ حمایت کرنے والے انعام واکرام کے مستحق سمجھے جائیں گے۔ از خود بانیٔ ریاست کے تدبیر کا شکار ہو کر طرفداری سے قبل ہی اس تک پہنچنے کی کوشش کرتے رہے۔ علاوہ ازیں جس علاقہ کو اس نے ریاست میں شامل کیا۔ وہیں کے افراد کو اچھے عہدے دیئے اور اس علاقہ کے افراد کو جب کبھی مرکزی مقام سیدو شریف میں آنے کا اتفاق ہوا تو ان سے بڑی محبت سے پیش آیا۔ اور ان کی مہمانوں کی سی آؤ بھگت ہوئی۔ اس کا طریقہ کار اس کے اپنے الفاظ سے یوں ظاہر ہوتا ہے۔

جس علاقہ کو ہم فتح کر لیتے تھے اس کے باشندوں سے شفقانہ برتاؤ کیا جاتا ہم ان لوگوں کے دل محبت اور پیہم مہربانیوں سے جیت لیتے تھے جب دوسرے علاقوں کے لوگ یہ حالات دیکھتے تو خود بخود حکومت میں شامل ہو جاتے تھے۔

اس نے ریاست میں عدالتیں قائم کیں۔ فوج و پولیس کا انتظام کیا ڈاک خانوں کا اجراء ہوا۔ تجارت کی طرف توجہ دی گئی اور علاقہ سے جابلانہ رسومات کو ختم کر دیا۔

Marfat.com

عہد جہاں زیب خان

حدود اربعہ

۱۲ دسمبر ۱۹۴۹ء کو عنان سلطنت سنبھالنے کے بعد میاں گل عبدالحق جہاں زیب خان نے اپنے والد کے نقش قدم پر چلنے کی کامیاب سعی کی۔ نتیجہ یہ ہے کہ ریاست دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے اس وقت یہ ریاست ملک کی اہم ترین ترقی یافتہ ریاست ہے کہ جس کا قبائلی علاقہ میں وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔ اس کے شمال میں ریاست دیر ہے تو مشرق میں علاقہ ہزارہ۔ جنوب میں ضلع مردان ہے تو شمال میں حکومت چترال۔ بلند و بالا پہاڑ ان میں زراعت کے لئے کھلے میدان۔ دریائے سوات کی آب پاشی سے تو یہ علاقہ زمانہ قدیم سے اپنی خوبصورتی کے لئے مشہور تھا ہی۔ دور جدید میں مزید نہروں کے ذریعہ آبپاشی کی ترقی۔ راستوں کی سہولت اور ندی نالوں پر پلوں کی تعمیر نے اس کی خوبصورتی میں اور بھی اضافہ کر دیا۔

Marfat.com

آبادی و پیداوار سنہ ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے مطابق اس ریاست میں کوئی ساڑھے پانچ لاکھ نفوس آباد ہیں۔ باشندے اندازاً اسی فیصدی زراعت پیشہ دکھائی دیتے ہیں۔ ملک دریائے سوات۔ دوسرے ندی نالوں اور نو تعمیر شدہ نہروں کے ذریعہ سیراب ہوتا ہے۔ چاول گندم۔ جوار۔ جو اور دالوں کے علاوہ مختلف اقسام کے میوے بکثرت پیدا ہوتے ہیں اور سرسوں بڑی تعداد میں بوئی جاتی ہے۔ جڑی بوٹیوں کی بھی کوئی کمی نہیں اور معدنیات کے ذخائر کا بھی پتہ چلتا ہے جن سے استفادہ کا اس وقت تک کوئی منظم اقدام نہیں ہوا۔

جانوروں میں گائے بھینس بکریاں وغیرہ بکثرت دکھائی دیتی ہیں۔ دودھ مکھن گھی کی افراط ہے اور بڑی مقداریں یہ اشیاء اور چمڑہ برآمد کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں شہد بھی اس علاقہ میں وافر مقدار میں دستیاب ہوتا ہے اور اسے خاص مقداریں ملک سے باہر بھیجا جاتا ہے اگر اس تجارت کو بھی منظم کیا جائے تو غالب خیال ہے کہ پاکستان کو بیرونی ممالک سے شہد درآمد کرنے کے سلسلہ میں نجات مل سکتی ہے

راستے قیام ریاست سے قبل اس علاقہ میں نام کو کوئی سڑک دکھائی نہ دیتی تھی۔ اور جہاں زمانہ قدیم کی پگڈنڈیاں ہی ذریعہ آمدرفت کا کام دیتی تھیں۔ وہاں اس وقت چار سو میل سے زائد عمدہ پختہ سڑکیں موجود ہیں۔ جن پر چھوٹی گاڑیوں سے لیکر بھاری ٹرک

Marfat.com

تک دوڑتے نظر آتے ہیں۔ دریا اور ندی نالوں پر خوبصورت پل بنا دیئے گئے ہیں۔ عمدہ پختہ عمارتیں نظر آ رہی ہیں۔ سیدو شریف اور مدین میں مہمانوں اور سیاحوں کے لئے عمدہ قسم کے ہوٹل موجود ہیں اور بعض دوسرے مقامات پر ڈاک بنگلے یا ریسٹ ہاؤس بھی نظر آتے ہیں۔ حکومت پاکستان جلد ہی سوات میں ایک ہوائی مستقر بھی تعمیر کرنے کا بندوبست کر رہی ہے۔ جو عوام اور سیاحوں کے کام آئے گا۔

تعلیم تعلیم کے سلسلہ میں ریاست حیرت انگیز طریقہ پر ترقی کر رہی ہے۔ جہاں زیب ڈگری کالج ریاست اور بیرون ریاست کے طلبا کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ اس کی خوبصورت عمارت، طلبا کے لئے دلکش رہائش گاہیں اور کھیل کے میدان۔ معلمین کے لئے صاف ستھرے بنگلے اپنے اندر خاص کشش رکھتے ہیں۔ ریاست کے طول و عرض میں مدارس کا جال بچھایا جا چکا ہے۔ شاید کوئی چھوٹی سے چھوٹی آبادی ایسی ہو کہ جہاں بچے حصول تعلیم میں کوئی دقت یا مشکل محسوس کرتے ہوں۔ متعدد ہائی اسکول ہیں۔ اپر مڈل اور لوئر مڈل بھی بڑی تعداد میں بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے میں مصروف ہیں۔

ابتدائی پرائمری جماعتوں سے لے کر کالج سے ڈگری حاصل کرنے تک تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ جس کی مثال برصغیر پاک و ہند میں دکھائی نہیں دیتی۔ مزید برآں نادار طلبا کے لئے خاص فنڈ قائم کیا جا چکا ہے جس سے مستحق طلبا کو کتابیں، لباس اور دیگر ضروریات مہیا کی جاتی ہیں

Marfat.com

اور علاوہ ازیں بڑی تعداد میں طلبار کو وظائف دے کر ریاست انہیں فنی اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے پاکستانی اداروں میں داخل کراتی ہے

صحت اگس علاقہ میں ملیریا اور اس قسم دوسری بیماریاں ہر وقت موجود رہتی تھیں۔ لیکن صحت عامہ کی طرف ریاست کی توجہ نے خاطر خواہ کامیابی حاصل کرلی ہے۔ ریاست میں نصف درجن سے زائد بڑے ہسپتال ہیں۔ بیس کے قریب چھوٹے دواخانے (ڈسپنسریاں) ہیں اور ان کے ساتھ ایک اعلیٰ درجہ کا شفاخانہ حیوانات بھی ہے اور چند سفری شفاخانے بھی کام کر رہے ہیں۔

ڈاک و تار سلسلہ ڈاک و تار بھی بہ طریق احسن کام کر رہا ہے سیدو شریف میں ایک اچھا ڈاک خانہ و تار گھر ہے اور ریاست کے مختلف حصوں میں کوئی بیس کے قریب چھوٹے ڈاک خانے مصروف عمل ہیں۔ ٹیلیفون کا سلسلہ بھی موجود ہے اور ریاست میں ہر طرف ٹیلیفون کے تار دوڑتے دکھائی دیتے ہیں جن کی اندازاً لمبائی ڈیڑھ دو ہزار میل ہوگی اس سلسلہ ٹیلیفون کو مالاکنڈ ایجنسی ایکسچینج کے ذریعہ پاکستان سے ملایا جا چکا ہے۔

بجلی دور حاضر کی دوسری اہم ضروریات کے ساتھ اس وقت ریاست کی شاہراہ پر آباد تمام مقامات تک مالاکنڈ پاور ہاؤس سے قوت برق پہنچائی جا چکی ہے اور بجلی کی روشنی ایسے علاقوں کو میسر ہے کہ جہاں اس کے پہنچنے کا وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔

Marfat.com

جنگلات

ریاست سوات میں جنگلات بکثرت ہیں جن سے بڑی مقدار میں لکڑی برآمد کی جاتی ہے۔ یہ لکڑی دریائے سوات کے ذریعے بیرونی علاقوں کو جاتی اور حکومت کی آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ ابتدا میں یہ کاروبار انفرادی حیثیت سے ہوتا تھا لیکن ملک میں کسی منظم حکومت کے عدم وجود سے اسے نہ کوئی خاص اہمیت حاصل ہوئی نہ اس دولت سے فائدہ اٹھایا گیا بعد میں جب ایک منظم ریاست قائم ہوگئی اور حکومت انگلشیہ نے اسے تسلیم کر لیا تو ۱۹۲۷ء میں اس کے جنگلات کی طرف توجہ منعطف ہوئی ایک ماہر جنگلات مسٹر پیٹل نامی کو تحقیقات کے لئے بھیجا گیا اور پھر اس کی پیش کردہ رپورٹ کی روشنی میں جنگلات سے فائدہ اٹھانے کی اسکیم مرتب کرنے کے لئے ایک اور افسر خان صاحب الہ یار کی خدمات حاصل کی گئیں تو ابتداً سپیڈنگ ڈنگا سنگھ اینڈ کمپنی کو لکڑی برآمد کرنے کا اجارہ دیدیا گیا لیکن وہ ادارہ زیادہ دیر تک کام نہ کر سکا تو پھر دوسرے ذرائع استعمال ہوئے۔

بالآخر حکومت سوات نے اس طرف توجہ دینا شروع کی تو محکمہ جنگلات کا قیام عمل میں آیا جس نے وزیر مال کی سرکردگی میں اس دولت سے مستفید ہونے کے لئے اقدامات شروع کئے۔ اس سلسلہ میں ریاست کو حکومت پاکستان کے محکمہ جنگلات کا تعاون حاصل رہا۔ اور درختوں کی کٹائی اس محکمہ کی نشان دہی پر ہونے لگی۔ کٹائی کے بعد حکومت سوات

Marfat.com

انہیں عام نیلام کے ذریعہ فروخت کرتی ہے اور اس نیلام میں مقامی یا بیرون ریاست سے آئے ہوئے ٹھیکیدار آزادانہ بولی دے سکتے ہیں اس طرح اب یہ جنگلاتی لکڑی بڑی مقدار میں منظم طریقہ پر برآمد کی جاتی ہے۔

صنعت

گھریلو صنعت نجی طریقہ پر کی جارہی ہے۔ اس کی ترقی کی طرف اس وقت تک کوئی قابل ذکر اقدام نہیں ہوا۔ اگر اس صنعت کو امداد باہمی کے طریقہ پر چلایا جائے تو ملک اور اہل ملک کے لئے بہت ہی مفید ہو سکتی ہے اون اور اون کی بنی ہوئی اشیاء جو اب محدود تعداد میں برآمد کی جاتی ہیں صنعت کے منظم ہو جانے پر پائندوں کی مالی حالت سنوارنے میں بڑی حد تک ممد و معاون ہو سکتی ہیں سوات کے کمبل اور دوسری ایسی اشیاء کو پاکستان اور بیرون پاکستان تک میں مقبولیت حاصل ہے۔

نظام

نظام ملکی کی سرانجام دہی کے لئے ریاست کو بتیس تحصیلوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر تحصیل کا حاکم تحصیلدار کہلاتا ہے پھران تحصیلوں کے گروپ یا صوبے بنا کر ہر گروپ پر ایک افسر مقرر ہے جو حاکم پکارا جاتا ہے۔ جس کے کام کی نگرانی دزرائے ریاست کرتے ہیں جن میں سپہ سالار افواج بھی شامل ہے اور آخری اپیل حکمران یا "والی" کی سماعت کے لئے پیش ہوتی ہے عدالتوں میں اسٹامپ وغیرہ کا طریقہ رائج کر دیا گیا ہے لیکن حصول انصاف میں کسی مشکل یا ناقابل برداشت اخراجات کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ عام طور مقدمات کی سماعت کم سے کم

Marfat.com

وقت میں کی جاتی ہے اور وقت ضرورت مظلومین بلا جھجک والی تک جا پہنچتے ہیں۔

پولیس اور فوج پولیس اور فوج کے نوجوان بڑے چست اور چوبند نظر آتے ہیں قیام امن کے لئے ریاست کے طول و عرض میں چھوٹے چھوٹے خوبصورت قلعے تعمیر ہیں جن میں فوج یا پولیس کے افراد حسب ضرورت رکھے جاتے ہیں ان کے پاس جدید قسم کا اسلحہ ہے اور دار السلطنت میں ٹریفک پولیس بڑی مستعدی سے اپنے فرائض سرانجام دیتی ہے۔ قیام ریاست سے قبل دوسرے قبائلی علاقوں کی طرح اس علاقہ میں بھی اسلحہ رکھنے پر کسی قسم کی پابندی نہ تھی لیکن بانیٔ سوات نے حالات سے مجبور ہو کر پابندی عائد کر دی اب ہر شخص کو لائسنس لینا پڑتا ہے اور یہ لائسنس ایک روپیہ سالانہ ٹیکس ادا کرنے پر ملتا ہے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے اس طریقہ رائج کرنے سے بانیٔ ریاست کا مقصد اپنی ریاست میں اسلحہ کی تعداد کو پیش نظر رکھنا تھا پاکستان کی طرف سے ریاست میں لنڈاکئے کے مقام پر جہاں سے ریاست کی سرحد شروع ہوتی ہے اور جہاں محصول کی چوکی بھی ہے لائسنس دیکھے جاتے ہیں۔

باشندوں کی حالت ریاست سوات کے کوہستانی علاقہ کی بعض قومیں مثلاً گوجر، اجڑ وغیرہ خانہ بدوش زندگی گزارتی ہیں وہ صرف موسم گرما میں، جبکہ انہیں مویشیوں کے لئے گھاس بکثرت ملتا ہے ان علاقوں میں رہتے ہیں۔ یہ لوگ زراعت پیشہ نہیں ہیں۔

Marfat.com

صرف دودھ گھی وغیرہ بیچنے پر اپنا گزارہ کرتے ہیں۔ موسم سرما میں جب ان علاقوں میں برف پڑتی ہے تو گھاس کی تلاش میں یہ لوگ پاکستان کے میدانی علاقوں میں چلے جاتے ہیں۔ اگر سچ پوچھا جائے تو یہ لوگ سال کا زیادہ تر وقت پاکستان کے میدانی علاقوں میں گزارتے ہیں اور صرف تین چار ماہ کے لئے ان علاقوں میں چلے آتے ہیں۔

والئے سوات والئے سوات محمد عبدالحق جہاں زیب خان اسلامیہ کالج پشاور کے تعلیم یافتہ خوش خلق خندہ رو اور ہر شخص سے بڑے اخلاص سے پیش آتے ہیں۔ انہیں کاروبار حکومت سے از حد دلچسپی ہے شب و روز اس میں منہمک رہتے ہیں اور دن نکلتے ہی دفتر پہنچ جاتے ہیں جہاں کاروبار حکومت کو سرانجام دینے کے ساتھ عوام و خواص سے ملاقاتیں کرتے ہیں۔ ملاقاتوں پر کسی قسم پابندی عائد نہیں۔ ہر شخص بلا تکلف ان سے مل سکتا ہے۔ وہ سختی سے اس امر کا خیال رکھتے ہیں کہ ان کے جاری کردہ احکام کی بروقت تعمیل ہو۔ ریاست کے دفاتر جمعرات کے دن بند رہتے ہیں اس دن شاہی خاندان کے قریب قریب تمام افراد شکار کھیلتے ہیں۔ والی صاحب صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں اور جمعہ کے دن عام طور تمام خاندان بانئے ریاست کے ساتھ یک جا نماز جمعہ ادا کرتا ہے۔ ریاست کی سرکاری زبان پشتو ہے جس میں گفتگو کو والی پسند کرتے ہیں۔

ولیعہد وغیرہ جہاں زیب خان کے چار لڑکے ہیں اورنگ زیب خان عالم زیب خان۔ امیر زیب خان۔ احمد زیب خان

Marfat.com

ان میں سب سے بڑے کیپٹن محمد اورنگ زیب خان کو انہوں نے اپنا ولی عہد مقرر کر لیا ہے۔ ولی عہد کی شادی ۱۰ اپریل ۱۹۵۵ء کو فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صدر پاکستان کی دختر نیک اختر سے اس وقت ہوئی تھی جب آپ افواج پاکستان کے کمانڈر انچیف تھے۔

دعا ہے کہ رب العزت اس اسلامی ریاست کو مفاد ملت اسلامیہ کے لئے دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

Marfat.com

Marfat.com

YUSUFZAI

یوسفزئے

یعنی

ضلع مردان، ریاست سوات، دیر، علاقہ بونیر، باجوڑ، وغیرہ کی

اولین تاریخ

جو اس قبیلہ کے موجودہ علاقہ میں

۵۰۰ سال

قبل آنے کے بعد پہلی مرتبہ لکھی گئی ہے۔

((○))

فہرست مضامین مفت طلب کریں۔

محمد علی ایجوکیشنل سوسائٹی (تین ہٹی)، کراچی ۵

Marfat.com

YUSUFZAI

یوسفزئے

یعنی

ضلع مردان، ریاست سوات، دیر، علاقہ بونیر، باجوڑ، وغیرہ کی

اولین تاریخ

جو اس قبیلہ کے موجودہ علاقہ میں

۵۰۰ سال

قبل آنے کے بعد پہلی مرتبہ لکھی گئی ہے۔

((○))

فہرست مضامین مفت طلب کریں۔

محمد علی ایجوکیشنل سوسائٹی (تین ہٹی)، کراچی ۵

Marfat.com